# آیاتِ جہاد کا قرآنی مفہوم

چوبیس آیاتِ جہاد کے خلاف کیے جانے والے اعتراض کا اطمینان بخش جواب


مرتب

یٰسٓ اختر مصباحی



پیشکش

المرافاؤنڈیشن

شاہین باغ، نئی دہلی ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# آیاتِ جہاد کا قرآنی مفہوم

چوبیس آیاتِ جہاد کے خلاف کیے جانے والے اعتراض کا اطمینان بخش جواب


مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی-۲۵

بانی ورکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی



پیشکش

لمرا فاؤنڈیشن

شاہین باغ، نئی دہلی-۲۵

E-mail :- limrafoundationdelhi@gmail.com

Contact No.:- 09999734908

بسم اللہ الرحمن الرحیم



نام کتاب : آیاتِ جہاد کا قرآنی مفہوم
مؤلف : یٰسٓ اختر مصباحی
طبع اول (اردو) : ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
طبع دوم (ہندی) : ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
متعدد مقامات سے متعدد ایڈیشن کے بعد
طبع جدید (اردو) : ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء
باہتمام : دارالقلم، نئی دہلی
طابع : لمرا فاؤنڈیشن، شاہین باغ، نئی دہلی
صفحات : اڑتالیس (۴۸)
تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت : دعائے خیر

طابع وناشر
لمرا فاؤنڈیشن
شاہین باغ، نئی دہلی-۲۵
E-mail :- limrafoundationdelhi@gmail.com
Contact No.:- 09999734908



# پیش لفظ

صدیوں پہلے جب کہ دنیا میں آمد و رفت اور نقل و حرکت کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ جس آدمی کا جب جدھر رخ ہوجاتا سیر وسیاحت کے لئے نکل جاتا، جہاں چاہتا بود و باش اختیار کر لیتا، اور جب جی چاہتا اپنا رختِ سفر باندھ کر اپنے پسندیدہ علاقہ وشہر یا نامعلوم منزل کی طرف چل پڑتا۔ چنانچہ آریہ بڑی تعداد میں اسی طرح ہندوستان آئے اور یہاں کے ماحول میں رچ بس گئے۔ اس وقت اس ملک کا رقبہ بہت وسیع اور کافی پھیلا ہوا تھا۔

حکمرانوں اور فاتحوں کا بھی یہی حال اور یہی انداز تھا۔ اپنی قوت وطاقت کے بل بوتے پر وہ جس خطے کو چاہتے اسے اپنا لیتے، جس قوم وقبیلہ کو چاہتے اپنا محکوم ومغلوب بنا لیتے، اور جس بادشاہ، نواب، راجہ، مہاراجہ پر چاہتے ٹوٹ پڑتے۔ دنیا بھر کا یہی ماحول تھا۔ کہیں کوئی نظم وضبط، کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا۔ ملکوں اور ریاستوں کی سرحدیں شب وروز بنتی بگڑتی اور ٹوٹتی بکھرتی رہتی تھیں۔ وسطِ ایشیا سے پنجاب ہوتے ہوئے بہت سے لشکر اور قافلے اسی طرح ہندوستان آکر یہاں کی زمین میں پیوست ہو گئے۔

تاجر کی شکل میں انگریز بھی صدیوں پہلے ہندستان میں داخل ہوئے اور صدیوں کی محنت ومنصوبہ بندی کے بعد اپنے اصل مقصد میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ تجارتی سہولت کو انہوں نے سیاسی حکومت واقتدار کا راستہ بنایا۔ نوابوں اور راجاؤں کو یکے بعد دیگرے قابو میں کرتے ہوئے دہلی تک پہنچ گئے۔ اور اس کے لال قلعہ پر برطانوی سامراج کا پرچم نصب کر دیا گیا۔ لیکن صدیوں ہندوستان کی آب وہوا میں پرورش پانے کے بعد بھی یہ انگریز ہندوستان سے بالآخر واپس چلے گئے۔ اور انہوں نے اسے اپنا مستقل وطن نہیں بنایا۔

قدیم ہندستانی تاریخ کی روشنی میں یہ بات کہی اور لکھی جاتی ہے کہ شودر اور دلت یہاں کے اصل باشندے ہیں۔ لیکن وہی آج تک ہندوستانی معاشرے کے لئے بوجھ سمجھے جاتے رہے ہیں۔ اور ہزاروں سال سے وہ غربت وکس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور اونچی ذات کی زیادتیوں وایذا رسانیوں اور استحصال کا شکار ہو رہے ہیں۔ انہیں ذلیل وحقیر سمجھ کر جانوروں کی طرح ان کے ساتھ وحشیانہ وغیر انسانی سلوک کیا جانے لگا۔ اپنی مجلس ومحفل میں

نشست و برخواست نہیں بلکہ اپنی آبادی سے بھی انہیں دور رکھا گیا۔اور تعلیم کے دروازے بھی ان پر بند کردیئے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے کان اس قابل بھی نہیں سمجھے گئے کہ کوئی مذہبی بات سن سکیں۔اور حد تو یہ ہے کہ عبادت گاہوں میں ان کا داخلہ بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

دوسری طرف اسلام نے اس ملک میں انسانیت کا درس دیا۔رحمت کی بارش برسائی، شفقت ومحبت کی سوغات تقسیم کی، الفت ومحبت کا پیغام دیا، جینے کے آداب سکھائے، آدمیت کا وقار بحال کیا۔ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں کی دنیا بدل دی،ان کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کردیا۔انہیں طیب وطاہر بنایا۔ان کے سر پر تاج کرامت رکھا اور زمین کی پستیوں سے نکال کر انہیں عرش کی بلندیوں تک پہنچادیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ انسانی عزت وعظمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا
(آیت ۷۰، سورہ بنی اسرائیل، پارہ پندرہ)

ترجمہ: بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں۔ اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (آیت ۱، سورہ نساء، پارہ چار)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو۔جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ۔اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔اوران دونوں سے بہت سے مرد وزن پھیلائے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو۔جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔اور رشتہ داروں کا لحاظ رکھو۔بے شک اللہ تم کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانی شرف وکرامت اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

كلكم من آدم وآدم خلق من تراب (الحدیث)

ترجمہ: تم سب آدم سے پیدا ہوئے اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔

الخلق كلهم عيال الله (الحدیث) ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔



ہندوستان کے تقریباً سبھی مسلم سلاطین وامراء اسلام کے سفیر وترجمان نہیں بلکہ اپنی حکومت وسلطنت کے محافظ ونگہبان ہوا کرتے تھے۔انہیں اسلام کا دائرہ اور مسلمانوں کا حلقہ پھیلانے میں نہیں بلکہ اپنی حکومت وسلطنت اور ریاست کا رقبہ وسیع کرنے میں دلچسپی تھی۔وہ مسلمانانِ ہند کے آئیڈیل تاریخ کے کسی دور میں نہیں بن سکے۔بلکہ اسلام کے حقیقی نمائندے اور مسلمانوں کے آئیڈیل ہر دور میں ہندوستان کے اندر صرف وہ بزرگ ہستیاں رہی ہیں جن کے ذکر وفکر، عبادت وریاضت، تقویٰ طہارت، شفقت ومحبت سے اسلام کی روشنی پھیلی۔جنہوں نے صرف اپنی باتوں سے نہیں بلکہ اپنے کردار وعمل سے انسانوں کو قریب کیا، اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اللہ کے دربار میں پیش کردیا۔ایسے نفوسِ قدسیہ میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی، حضرت بندہ نواز گیسو دراز، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت سید علی ہمدانی، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حکمرانی دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک دلوں کی دوسری جسم کی حکمرانی ہوتی ہے۔دل پر جس کی حکومت قائم ہوجاتی ہے وہ بہت پائدار ہوتی ہے۔اور جس کی حکومت صرف جسم پر ہوتی ہے وہ حالات کی پابند ہوتی ہے، جہاں حالات بدلے کہ وفاداری بدلی۔دلوں پر جن کی حکومت چلنے لگتی ہے وہ ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی ہے۔دل ان کی طرف کھنچتے رہتے ہیں اور قدم ان کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔یہ بات سمجھنی ہو اور دونوں طرح کا منظر دیکھنا ہو تو نئی دہلی کی بستی حضرت نظام الدین اولیاء آکر اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔ایک طرف حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کی آخری آرام گاہ ہے اور دوسری طرف ہمایوں کا مقبرہ ہے۔دونوں کے درمیان کتنا فرق اور کتنا فاصلہ ہے؟ خود بخود سمجھ میں آجائے گا۔

محبت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں ناصح
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

لیکن اسی ہندوستان کے اندر اللہ کی ایک ایسی مخلوق بھی آباد ہے جسے حقیقت سے کوئی

مطلب ہے اور نہ محبت ومروت سے کوئی واسطہ ہے۔اس کی منصوبہ بند خواہش وکوشش ہے کہ حقیقت ومحبت کا جنازہ ہندوستان سے نکال دیا جائے۔اور جھوٹ نفرت کو ہوا دے کر گاؤں گاؤں گھر گھر ایسی آگ لگادی جائے کہ انسانیت سسک سسک کر دم توڑ دے۔اس کے شب روز کا مشغلہ صرف یہ ہوگیا ہے کہ اسلام کو کس طرح رسوا اور مسلمانوں کو کس طرح ذلیل کیا جائے؟اور گجرات کی طرح پورے ملک میں کب اور کیسے رقصِ ابلیس کیا جائے۔ اپنے اس مقصد میں وہ مروت ومحبت، آدمیت وانسانیت، ہمسائیگی ومیل جول، اخلاق وتہذیب، دین دھرم کسی کو بھی آڑے نہیں آنے دینا چاہتی اور ہر قیمت پر وہ اپنی حیوانی پیاس انسانی خون سے بجھانا چاہتی ہے۔

دینی، تہذیبی، سیاسی، سماجی، معاشی، تاریخی، عددی ہر سطح پر ہر شعبہ میں اس کی ذیلی تنظیمیں اور تربیت یافتہ افراد اپنے اپنے متعینہ فرائض کی انجام دہی میں منہمک ہیں۔ ہندستان سے برطانیہ وامریکہ تک اس کے رشتے دراز ہیں۔اور ان جگہوں سے اسے بھرپور غذا ملتی رہتی ہے۔اسرائیل سے بھی اس کی گہری دوستی ہے۔آمدورفت کا دور چلتا رہتا ہے۔خیالات اور حکمت عملی کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔اور خوں آشامیوں کی سفاک تاریخ مرتب ہوتی رہتی ہے۔

اجودھیا اور کاشی ومتھرا کا خودساختہ مسئلہ تو ایک بہانہ ہے۔دراصل اس کا کوئی دوسرا اور کہیں اور ہی نشانہ ہے۔سیکولرزم پر اس کے سرگرم کارکن جس طرح زبردست حملے کررہے ہیں۔اس سے اس کے عزائم واضح اور آشکار ہوجاتے ہیں کہ ہندوراشٹر اس کی اصل منزل ہے۔ باقی ساری باتیں یونہی وقت گذاری اور اپنی عوامی طاقت بڑھانے کے لئے ہیں۔ حالانکہ اس نادان کو یہ معلوم نہیں کہ سیکولرزم مسلمان کی نہیں بلکہ ہندستان کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ہندوؤں ہی نے مل جل کر آج سے نصف صدی پیشتر اسے سیکولر اسٹیٹ بنایا ہے۔

اللہ کی اس عجیب وغریب مخلوق کا کہنا ہے کہ مسلمان مکہ ومدینہ کو اپنا شہر مقدس سمجھتے ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی جڑیں کہیں کسی دوسری سرزمین سے جڑی ہوئی ہیں۔اس لئے ان کی وفاداریٔ وطن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔اللہ کے ان بندون نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ برطانیہ، ہالینڈ ،امریکہ، کناڈا، جرمنی، فرانس وغیرہ میں آباد اور وہیں پیدا ہونے والے لاکھوں ہندو، وہاں کے شہری ہوکر کاشی، اجودھیا، متھرا، ہری دوار وغیرہ کو اپنا شہر مقدس سمجھتے ہیں،ان کی جڑیں آخر کہاں کی کس سرزمین سے جڑی ہوئی ہیں؟یورپین، امریکن، افریقن ممالک ان کی وفاداریٔ وطن پر کس حد تک بھروسہ کرسکتے ہیں؟اور غیر بھارتی ممالک انہیں کیوں کر اپنا محب وطن شہری سمجھ



سکتے ہیں؟

اس کا ایک اہم مطالبہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو ہندو کہیں، کیوں کہ ہندو کوئی دین دھرم نہیں بلکہ ایک طرز زندگی (Way Of Life) ہے۔اپنی الگ شناخت کے لئے وہ اپنے آپ کو محمدی ہندو کہہ سکتے ہیں۔مگر لفظ ہندو سے پرہیز کرنا کوئی حب الوطنی نہیں ہے۔ اس نادان کو اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یورپ وامریکہ وآسٹریلیا میں رہنے بسنے والے اور وہاں کے طرز زندگی (Way Of Life) کو اختیار کرلینے والے لاکھوں افراد آج بھی اپنے آپ کو ہندو کیوں کہتے ہیں؟اور اسے یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ ہندو جب کوئی دین دھرم نہیں تو پھر دوسرے ملکوں کے لوگ ہندوازم کو دھرم سمجھ کر اپنے آپ کو ہندو کیوں کہتے ہیں؟ کیا ان سے بھی کبھی اس نادان نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جب تمہارا طرز زندگی (Way Of Life) بھارتی نہیں اور تم کوئی بھارتی دھرم نہیں رکھتے ہو تو پھر اپنے آپ کو ہندو کیوں کہتے ہو؟

اسے بڑی لذت اس وقت ملتی ہے جب اپنے حربوں اور حملوں سے اسلام اور مسلمان کے خلاف ماحول بننے بنانے میں کچھ کامیابی نظر آنے لگتی ہے۔مسلمانوں کو تنگ وپریشان کرنے میں اس کی آتما کو شانتی ملتی ہے۔انہیں تجارت، صنعت، سیاست، ہر میدان سے پیچھے ڈھکیلنے میں اسے بڑا لطف آتا ہے۔کرسی وزارت پر بیٹھ کر بھی وہ ردعمل کے نام پر مسلمانوں کے گلے کٹواتی ہے اور اس کے لئے اپنی حکومتی حیثیت اور سرکاری ذرائع کا بھی بے دریغ استعمال کرتی ہے۔اور پناہ گزیں کیمپوں کو بچہ پیدا کرنے کی فیکٹری کہہ کر چٹخارے کے ساتھ مزے لیتی ہے۔قدیم تاریخ کو مسخ کرنا اس کی دیرینہ خواہش ہے۔اور نصابی کتابوں میں اپنی من مانی باتیں داخل کرکے بچوں اور جوانوں کا دل ودماغ زہر آلود بنانا اس کا خاص منصوبہ ہے۔

اسے نہیں معلوم کہ نفرت وجارحیت پھیلا کر اور فرضی تاریخ لکھ کر کوئی قوم عظیم نہیں ہوتی۔ایسی ذہنیت رکھنے والے لوگ چنگیز وہلاکو اور ہٹلر ومسولینی کے جانشین وپرستار تو ہوسکتے ہیں مگر انہیں اپنی انسانیت سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور اپنے ہی ہاتھوں سے انسانیت وتہذیب کا بار بار خون کرنا پڑے گا۔

تعمیری فکر، صحیح خیال، پاکیزہ کردار، اعلیٰ اخلاق، وسعت ظرفی، دوراندیشی، بلند نگاہی، رحم ومروت، انسانیت، تہذیب، شرافت اور علم وعمل کی جامعیت سے ہی کوئی قوم عظیم بنتی ہے۔اور دوسری قوموں کے درمیان کوئی اہمیت وحیثیت اسے حاصل ہوتی ہے۔یہ بات صرف کہنے سننے

اور سمجھنے سمجھانے کی نہیں بلکہ اس پر کاربند ہونے کی ہے اور اسی ذریعہ سے ترقی وکامیابی سے ہمکنار ہوا جاسکتا ہے۔

قرآن حکیم کی چوبیس آیات کریمہ کے بارے میں اس ہندوستانی مخلوق کے کچھ جانے مانے لوگ طرح طرح کی بیہودہ باتیں کررہے ہیں۔ اور ماحول کو پراگندہ کررہے ہیں۔ جہاد کو بھی انہوں نے نشانہ بنا رکھا ہے۔ جسے چاہتے ہیں جہادی کہہ کر اس کی گردن دبوچ لیتے ہیں۔ اور اس پر الزامات واتہامات کی بوچھار کردیتے ہیں۔ اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات مفروضہ جہادی کو جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے ایک مخصوص ماحول میں کچھ مخصوص لوگوں کے لئے قرآن نے کہا تھا کہ انہیں جہاں پاؤ پکڑو، ان کی گھات میں لگے رہو، ان کو پکڑ کر مارو، انہیں قتل کرو کہ ان کی یہی سزا ہے۔

اکیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے امریکہ تک کچھ مخصوص لوگوں کے لئے پورے زور وشور کے ساتھ حکومتی سطح پر یہ عمل ہو رہا ہے کہ انہیں جہاں پاؤ پکڑو، ان کی گھات میں لگے رہو، ان کو پکڑ کر مارو، انہیں قتل کرو کہ ان کی یہی سزا ہے۔

ہے نا یہ ایک چونکا دینے والی تاریخی بات! یہاں تک کہ اسرائیل کی بدطینت وشرپسند یہودی قوم بھی اسی روش پر عمل پیرا ہے۔ نیت ومقصد اور صورت واقعہ میں کافی فرق ہونے کے باوجود یہ کتنا حادثاتی اتفاق ہے کہ جس حکم کی وجہ سے قرآن کے خلاف کچھ لوگوں نے ایک اشتعال انگیز مہم چھیڑ رکھی ہے۔ اس پر آج کل سب سے زیادہ وہ خود ہی عمل بھی کر رہے ہیں۔ ؎

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

اللہ انہیں سمجھ دے، ان کی ہدایت فرمائے۔ اور بس! حسبنا الله ونعم الوكيل۔

**یٰس اختر مصباحی**
بانی ومہتمم دار القلم دہلی، ومدیر اعلیٰ ماہنامہ کنز الایمان دہلی
بروز بدھ ۲۱ رمضان ۱۴۲۳ھ مطابق 27 نومبر 2002ء



# بیان قرآن

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۱۹۵) وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (۱۹۶) (سورۃ الشعراء)

ترجمہ: اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا۔ تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔ روشن عربی زبان میں، اور بیشک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا۔ (۹) (سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ (۳۴) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۳۵) (سورۃ النور)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے اتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں اور کچھ ان لوگوں کا بیان جو تم سے پہلے ہو گزرے اور ڈر والوں کے لیے نصیحت۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے، نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے، اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۳۷) (سورہ یونس)

ترجمہ: اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے، اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

# ہدایت قرآن

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۸۱) وَنُنَزِّلُ
مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا
خَسَارًا (۸۲) (سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا
كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ (۱۵۷) (سورہ انعام)

ترجمہ: تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آئی۔ تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے۔ عنقریب وہ جو ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں برے عذاب کی سزا دیں گے۔ بدلہ ان کے منہ پھیرنے کا۔

اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ (۱۰۶) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۷) قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ (۱۰۸) (سورہ انبیاء)

ترجمہ: بیشک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔ تم فرماؤ مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ۔ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۶۹) اَلَمْ تَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ (۷۰) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (۷۱) (سورہ حج)

ترجمہ: اللہ تم میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کر رہے ہو۔ کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک یہ سب ایک کتاب میں ہے۔ بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جن کی کوئی سند اس نے نہ اتاری اور ایسوں کو جن کا خود انہیں کچھ علم نہیں۔ اور ستمگاروں کا کوئی مددگار نہیں۔



# چوبیس آیات کا قرآنی مفہوم

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی جانب سے بذریعۂ جبریل امین جس طرح قرآن حکیم کا نزول ہوا تھا ٹھیک اسی طرح اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ آج بھی بلا کم وکاست محفوظ اور ہماری نگاہوں کے سامنے موجود ہے اور کعبۃ اللہ جو مرکزِ انوارِ الٰہی وتجلیات ربانی ہے وہ بھی پورے تقدس وعظمت کے ساتھ سرزمین مکۃ المکرمۃ کی طرف عالم اسلام کے جذب وکشش کا سبب اور اس کی مرکزیت کا ایک روشن مینار بنا ہوا ہے۔ قرآن اور کعبہ پر نظر پڑتے ہی ہر مسلمان کا دل بے ساختہ ان کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ اس کے اوپر ایک عجیب سی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اسکے اسلام وایمان میں ایک نئی تازگی اور توانائی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ لیکن یہی قرآن اور یہی کعبہ اسلام دشمن عناصر کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکتے رہتے ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایمانی قوت وطاقت کے یہی دو سرچشمے ہیں۔ جب تک وہ ان سے غذا وسیرابی حاصل کرتے رہیں گے اس وقت تک وہ مضبوط وتوانا اور جری وبہادر قوم کی طرح بساط عالم پہ اپنی تگ وتاز جاری رکھیں گے۔ چنانچہ کسی انگریز مفکر ومستشرق کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے ریڈنگ روم میں ایک طرف قرآن اور دوسری طرف کعبہ کا نقشہ تھا۔ اور وہ اپنے خصوصی ملنے جلنے والوں سے اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ مسلمانوں کا رشتہ جب تک ان دونوں سے کاٹ نہیں دیا جائے گا اس وقت تک انہیں کمزور وبے اثر اور ذلیل وخوار نہیں کیا جا سکتا۔

عرب تاجروں ومبلغوں کے ساتھ ہی قرآن بھی ہندوستان پہنچا ہے۔ اور اس کے ربانی پیغام سے یہاں کے دشت وجبل وصحرا وبیابان اور انسانی آبادیاں صدیوں سے گونج رہی ہیں۔ لیکن انیسویں صدی عیسوی میں جب انگریز کی ہندوستان میں عملداری وحکمرانی ہوئی تو اس کے دورِ عروج واقبال میں کئی ایسے زہریلے بیج بوئے گئے جن کی شرپسندی وفتنہ انگیزی سے آبیاری کی گئی۔ مثلاً اسی صدی میں اجودھیا کے اندر رام مندر توڑ کر بابری مسجد تعمیر کئے جانے کی بے بنیاد تاریخ پہلی بار ایک انگریز مؤرخ نے فیض آباد گزٹ میں درج کی اور ۱۸۷۵ء میں سوامی دیانند سرسوتی جو آریہ سماج کے بانی ہیں انہوں نے ستیارتھ پرکاش لکھ کر قرآن کی بعض آیات کے خلاف زہر افشانی کی اور سطحی اعتراض کرتے ہوئے انہیں فتنہ وفساد

[illegible]



خلاف کرنے کے لیے اکسایا گیا تھا۔ اسی کتاب کا مشہور "[illegible]" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ [illegible] (ستیارتھ پرکاش [illegible])

ہندو واد، ہندوتوا [illegible] ہندو راشٹر کے علمبردار ہندوستان کے کئی علاقوں کو [illegible] اور مسلمانوں [illegible] کرنے کی کوشش میں لگے ہیں [illegible] مسلمانوں [illegible] عناصر کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ [illegible] کوشش ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت سے دستبردار ہو کر [illegible] اور سامنے سر اٹھا کر جینے کی [illegible] کبھی قرآن، اور کبھی مدرسہ پر حملے کرتے رہتے ہیں اور ان کی [illegible] کرنے کے پیچھے بھی [illegible] ہیں۔ اور اسی کے لیے وہ کبھی فساد [illegible] کرتے رہتے ہیں [illegible] رہتے ہیں۔

قرآن حکیم کی ان چوبیس آیات کا انتخاب کرکے سنگھ پریوار واویلا مچا رہا ہے۔ اسی انداز کی ترکیب آج سے چند سال پہلے سلمان رشدی نے بھی کی تھی اور برطانیہ و امریکہ، ہندوپاک، ایران وغیرہ میں اس کے خلاف سخت و شدید احتجاج ہوا تھا۔ اپنی رسوائے زمانہ کتاب "شیطانی کلمات" میں اس نے اسلام، قرآن، پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بکواس کر کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کی تھی جس کے نتیجہ میں خوف و اندیشہ کے سائے آج تک اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں اور وہ گمنامی کی زندگی گزار رہا ہے۔ اسلام دشمن عناصر نے اس شیطان کی بھی پوری طرح سے حوصلہ افزائی و پشت پناہی کی تھی۔ لیکن سب مل کر بھی آج تک اسلام اور قرآن کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ آئندہ کچھ بگاڑ سکیں گے۔

آج کل دہلی، ہندو پریشد کے دفاتر سے ایک کتابچہ کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہو رہی ہے جس کو [illegible] نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کے اندر چوبیس آیات کو شامل کیا گیا ہے۔ ان آیات کو [illegible] کر لیا گیا ہے۔ اور انہیں قرآن سے حذف کرنے کا مطالبہ سنگھ پریوار کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ میڈیا کے ذریعہ بھی اس مطالبہ کی بار بار تشہیر کی جا رہی ہے۔

ذیل میں [illegible] کے مرتبہ پمفلٹ سے چوبیس آیات (صرف ترجمہ) نقل کی جا رہی ہیں۔ اور پھر ان کا صحیح قرآنی مفہوم بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ درج ذیل ترجمہ قرآن [illegible] سے مستعار ہے۔

(۱) پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور قید

کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (آیت ۵، سورہ توبہ، پارہ ۱۰)

(۲) اے ایمان والو! بیشک مشرک ناپاک ہیں۔ تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا اگر چاہے۔ بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (آیت ۲۸، سورۂ توبہ، پارہ ۱۰)

(۳) اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے۔ بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ (آیت ۱۰۱، سورہ نساء، پارہ ۵)

(۴) اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں۔ اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (آیت ۱۲۳، سورہ توبہ، پارہ ۱۱)

(۵) جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (آیت ۵۶، سورۂ نساء، پارہ ۵)

(۶) اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو۔ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی کرے گا۔ تو وہی ظالم ہیں۔ (آیت ۲۳، سورۂ توبہ، پارہ ۱۰)

(۷) ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا۔ اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائی ہیں۔ اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیں، ان کے برے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں۔ اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ (آیت ۳۷، سورہ توبہ، پارہ ۱۰)

(۸) اے ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور کافر ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، اگر ایمان رکھتے ہو۔ (آیت ۵۷، سورہ مائدہ، پارہ ۶)

(۹) پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔ اللہ کا دستور چلا آتا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔ اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔ (آیت ۶۱، ۶۲، سورۂ احزاب، پارہ ۲۲)



(۱۰) بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تمہیں اس میں جانا ہے۔ (آیت ۹۸، سورہ انبیاء، پارہ ۱۷)

(۱۱) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی۔ پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ (آیت ۲۲، سورہ سجدہ، پارہ ۲۱)

(۱۲) اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لو گے۔ تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔ (آیت ۲۰، سورہ الفتح، پارہ ۲۶)

(۱۳) تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آیت ۶۹، سورہ الانفال، پارہ ۱۰)

(۱۴) اے نبی! کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام۔ (آیت ۹، سورہ تحریم، پارہ ۲۸)

(۱۵) تو بیشک ہم ضرور کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے۔ اور بیشک ہم ان کے برے سے برے کاموں کا انہیں بدلہ دیں گے۔ (آیت ۲۷، سورہ حم السجدہ، پارہ ۲۴)

(۱۶) یہ ہے اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ، اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ سزا اس کی کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ (آیت ۲۸، سورہ حم السجدہ، پارہ ۲۴)

(۱۷) بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلہ پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔ اس کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ قول کا پکا کون؟ تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (آیت ۱۱۱، سورہ التوبہ، پارہ ۱۱)

(۱۸) اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ ان کے لیے بس ہے۔ اور اللہ کی ان پر لعنت ہے، اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔ (آیت ۶۸، سورہ التوبہ، پارہ ۱۰)

(۱۹) اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے تو دو سو پر غالب ہوں گے۔ اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے۔ اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ (آیت ۶۵، سورہ الانفال، پارہ ۱۰)

(۲۰) اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے

انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (آیت ۵۱، سورہ مائدہ، پارہ ۶)

(۲۱) لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں، مغلوب ہو کر۔ (آیت ۲۹، سورہ توبہ، پارہ ۱۰)

(۲۲) اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں۔ تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک عداوت و بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ (آیت ۱۴، سورہ مائدہ، پارہ ۶)

(۲۳) وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے۔ تو تم سب ایک ہو جاؤ تو اُن میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور ان میں سے کسی کو دوست نہ ٹھہراؤ نہ مددگار۔ (آیت ۸۹، سورہ نساء، پارہ ۵)

(۲۴) تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا دل ٹھنڈا کرے گا۔ (آیت ۱۴، سورہ توبہ، پارہ: ۱۰)

مذکورہ بالا آیات کریمہ جن مواقع پر نازل ہوئیں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے ان کا جو مفہوم و مطلب سمجھا اور دوسروں کو سمجھایا، مفسرین و علماء کرام نے اپنی کتابوں میں ان کی جو تفسیر اور تشریح و توضیح کی، ان کے علم و مطالعہ کے بغیر اپنے مطلب کی آدھی ادھوری بات کرنا اور دوسری ہزاروں آیاتِ قرآن و احادیثِ نبوی کو پسِ پشت ڈال کر واہی تباہی بکنا انصاف و دیانت سے دور اور محض افترا پردازی و شرانگیزی ہے جس کا مظاہرہ سنگھ پریوار کی طرف سے بالاعلان اور بار بار ہو رہا ہے۔ یہاں جس ترتیب سے وشو ہندو پریشد نے آیات کو جمع کیا ہے اس ترتیب سے الگ ہٹ کر ہر ایک کے بارے میں نمبروار صحیح مفہوم قرآن پیش کرنے کی ایک مختصر اور اجمالی کوشش کی جا رہی ہے۔ قارئین اسے غور و خوض اور اعتدال و سنجیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۹) سورۂ انفال کی پیش کردہ آیت ۶۵ سے متصل اگلی آیت ۶۶ میں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے تعدادِ مقابلہ کی تخفیف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

تو اگر تم میں کے سو صبر والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے۔ (آیت ۶۶، سورہ انفال) یعنی اللہ نے تخفیفِ



تعداد فرما کر ایک اور دس کا تناسب کم کر کے ایک اور دو کا تناسب کر دیا۔

یہ سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی جب کہ مکہ کے لوگوں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تھی اور راتوں رات پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جانا پڑا تھا۔ مکہ کے مخالفین مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین سے جینے نہیں دے رہے تھے۔ سازش و فتنہ اور تعاقب کر کے وہاں سے بھی انہیں نکالنا اور نکلوانا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ بھاری تعداد اور ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے مدینہ پہنچ کر اُن پر حملہ بھی کر دیا۔ بے سرو سامان مسلمان ان کے مقابلہ میں جب آئے تو ان کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی۔ اس جنگ کا نام غزوۂ بدر ہے جو تاریخ اسلام کا پہلا معرکہ ہے۔ اس معرکہ سے پہلے مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم دیا کہ تم ان قلیل التعداد مسلمانوں کو تیاری و مقابلہ کی ترغیب دو، ان کے اندر شوق و جرأت پیدا کرو، ان کے حوصلے بڑھاؤ۔ ایمانی و روحانی قوت کے ساتھ جب یہ حملہ آوروں کے سامنے آئیں گے تو ان میں کا ایک ہی اُن کے دو کے مقابلہ میں کافی ہوگا۔ اور نصرت خداوندی سے بعید نہیں کہ اس سے زیادہ پر بھی ایک ہی مجاہد بھاری پڑ جائے۔

آج کی یا کل کی دنیا آنکھ کھول کر دیکھے اور بتائے کہ اگر دشمن فوج جنگ کی تیاری کر رہی ہو۔ چڑھائی کے لیے کوچ کر رہی ہو۔ اس کے گھوڑے ہنہنا رہے ہوں۔ اس کے ہاتھی چنگھاڑ رہے ہوں۔ اس کی شمشیر و سناں چمک رہی ہوں۔ اس کی بندوقیں و مشین گنیں آگ اگلنے اور اس کی توپوں کے دہانے لاشوں کے چیتھڑے اڑانے کے لیے بیتاب ہوں۔ اور مخالف فوج قطار اندر قطار کھڑی ہو کر آنکھیں دکھا رہی ہو تو پھر اس وقت اپنے آدمیوں اپنے جوانوں اور اپنے بوڑھوں کے سینے میں جرأت و بہادری کے ساتھ مقابلہ اور جنگ کا عزم و حوصلہ نہ پیدا کیا جائے تو پھر کیا کیا جائے؟ اور جو ایسا نہ کر سکے اس قوم و ملک کی دینی و ملی و ملکی و قومی غیرت و حمیت کو کس گڈھے اور کس کھائی میں دفن کیا جائے؟

چودہ سو سال پہلے نہیں بلکہ آج کی اکیسویں صدی عیسوی میں دنیا کا کون سا ملک کون سی قوم کون سا قبیلہ اور کون سا مذہب ہے جو بغیر کسی مزاحمت و مقابلہ کے اپنے دشمن کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنا وجود فنا کرنے کے لیے تیار ہے؟

(۱۴) سورۂ تحریم بھی مکہ سے ہجرت کے بعد مدینہ ہی میں نازل ہوئی جب کہ مسلمان اپنے تلخ و ترش دن کاٹ رہے تھے۔ اس کی آیت ۹ میں کافرین و منافقین کے خلاف دیا گیا حکم جہاد ابھی پہلے ہی جیسا ہے۔ ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے اور ان کی چالیں ناکام بنانا ضروری تھا۔

ان کی اندرونی و بیرونی سازشیں مسلمانوں کے حق میں دن بدن خطرہ بنتی جارہی تھی جن کا سد باب کرنا وقت کا شدید مطالبہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ ورسول کے نافرمانوں اور قرآن کے منکروں کا انجام جہنم ہی ہے اور جہنم میں جانے سے برا انجام اور کون سا ہو سکتا ہے؟

(۷) سورۂ توبہ کی آیت ۳۷ کی تفسیر یہ ہے کہ اہل عرب جو جنگ کے عادی تھے وہ حرمت والے مہینوں (یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب) میں جب اپنی خواہش اور دنیاوی مفاد کے لیے کسی مخالف قبیلہ سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو ایک ماہ کی حرمت دوسرے ماہ کی طرف ہٹانے لگے اور اپنے جی سے جس ماہ کو چاہتے اسے حرمت والا مہینہ بنا لیتے۔ اس کو عربی زبان میں نَسِیٓ۔ کہا جاتا ہے۔ قرآن نے کہا کہ اس طرح خود سے کسی ماہ کو حلال یا حرام ٹھہرالینا ان کی دیگر کفریات کی طرح یہ بھی ایک حرکت ہے۔ حرص وہوس کی پٹی ان کی آنکھوں پر پڑگئی ہے اور یہ راہ بھٹک چکے ہیں۔ ان کی بدبختی کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کو راہِ صحیح نہیں دکھایا کیونکہ وہ کفر کرنے اور اس پر اصرار کرنے والوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

بات بالکل واضح ہے کہ حق اور ہدایت وصواب ہر انسان کا حصہ نہیں ہے۔ کفر وشرک کی آلودگی سے اللہ ہی جسے چاہے نکالے۔ یہ سب کچھ اللہ ہی کی مشیت ومرضی پر موقوف ہے۔ انسانی نسل کے اندر ہر قسم ہر طرز اور ہر رنگ کے انسان کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ صحیح راہ پر بھی ہیں اور گمراہ بھی ہیں۔ ہدایت وگمراہی واضح کر کے اللہ نے انسان کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ جسے چاہے اپنائے۔ جس کی فطرت سلیم ہوتی ہے، قلب صالح ہوتا ہے، وہ توفیقِ الٰہی سے حق وہدایت کو اپنا لیتا ہے۔ اور جس کی فطرت نور ہدایت سے خالی ہوتی ہے وہ گمراہی کے دلدل میں پھنسا رہتا ہے۔ اللہ کی نظر رحمت بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ہے۔

(۱)(۴)(۲۴) سورہ توبہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا اور مشرکین نے بدعہدی کر کے اسے توڑ دیا۔ چند ہی مشرکین نے بدعہدی نہیں کی۔ ایسے ہی عہد شکن اور آمادۂ جنگ مشرکین کے بارے میں یہ حکم ہے کہ انہیں جہاں پاؤ مارو۔ اور پابند عہد مشرکین کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔

مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہیں کی۔ اور تمہارے مقابل کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہرائی ہوئی مدت تک پورا کرو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (آیت ۴، سورہ توبہ، پارہ ۱۰)

اس کے بعد ہی وہ آیت ہے جسے وشو ہندو پریشد کی فہرست مذکور کے اندر نمبر ایک پر رکھا گیا ہے کہ مشرکین کو جہاں پاؤ پکڑو قید کرو ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔ یہ حکم عہد شکنی، بغاوت



وسرکشی، خود جنگ کرنے اور دوسرے کسی دشمن کی مدد کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور عہد پورا کرنے والوں کے ساتھ مدتِ عہد کی تکمیل کا حکم ہے۔ مزید برآں قرآن نے یہ بھی کہا کہ:

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے امان کی جگہ پہنچا دو۔ (آیت ۶، سورۂ توبہ، پارہ ۱۰)

قریب کے کافروں سے لڑنے کے بارے میں فہرست کے نمبر ۲ میں جو حکم ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ دور ونزدیک کے کافروں میں سب کے ساتھ یکبارگی جنگ نہیں کی جاسکتی۔ قریب کے وہ لوگ جو تمہاری دشمنی پر آمادہ ہیں۔ تمہاری راہ میں کانٹے بچھا رہے ہیں۔ تمہارے پیغام کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔ تمہاری تحقیر وتوہین کر رہے ہیں۔ تمہارے دوستوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ اور تمہارے دشمنوں سے ملے ہوئے ہیں۔ پہلے ان کی اصلاح کرلو ان کے ساتھ نمٹ لو پھر آگے کی بات سوچو۔ فہرست کے نمبر ۲۴ میں ایسے ہی دشمنوں سے لڑنے کا حکم ہے۔ جس کے بعد وہ مغلوب ورسوا ہوں گے۔ مسلمانوں کو اللہ کی مدد ملے گی اور ان کے دل ٹھنڈے ہوں گے۔

فتح مکہ کے ایک سال بعد ۹ھ میں سورۂ توبہ کا نزول ہوا ہے۔ دس ذوالحجہ کو مکہ کے قریب جمرۂ عقبہ کے پاس خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضی نے سورہ توبہ کی تیس یا چالیس آیتیں تلاوت کیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چار پیغامات حاجیوں کو پہنچائے۔

اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کے پاس نہ آئے۔ کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ جنت میں صرف اہل ایمان داخل ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس کا عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک رہے گا۔ اور جس کی کوئی مدت متعین نہیں اس کی میعاد چار ماہ پر تمام ہو جائے گی۔

مشرکین نے یہ سن کر کہا اے علی! اپنے چچا کے فرزند (پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دے دیجئے کہ ہم نے عہد پسِ پشت پھینک دیا ہے۔ نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے سوا ہمارے اور ان کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے۔

نیزہ بازی وشمشیر زنی کا چیلنج دے کر محاذ آرائی کرنے والوں اور میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھا کر آگ اور خون کی بارش کرنے والوں سے نہ دوستی کا ہاتھ ملایا جاتا اور نہ ان کی گردن پھول مالا سے لادی جاتی ہے۔ بلکہ بڑھ کر ان سے دو دو ہاتھ کیا جاتا ہے۔ اور اپنی تلوار سے یا ہو سکے تو انہیں کی تلوار سے ان کی گردن اڑا دی جاتی ہے۔ یہ ایک عام اصولِ جنگ ہے۔ اور ساری دنیا کی بہادر وغیرت مند قومیں اسی اصول پر عمل پیرا ہیں۔ کل بھی یہی اصول تھا، آج بھی

جاری اور کارفرما رہے گا۔
یہی اصول ہے، اور آئندہ بھی یہی اصول دنیا بھر میں
درج ہے۔
(۹) سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۶۱ اور ۶۲ جن کا ترجمہ اس فہرست کے نمبر ۹ میں
ان دونوں آیتوں سے پہلی والی آیت بھی نقل کردی جاتی تو بات صاف ہو جاتی مگر انتہا پسند عناصر
اور اسلام دشمن طاقتوں کو تو بدگمانی اور انتشار پھیلا کر عوام و خواص میں اضطراب و ہیجان پیدا کرنا
ہے اس لیے وہ پوری بات کیوں نقل کریں گے؟ وہ آیت یہ ہے۔
اور اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ کے اندر جھوٹ اڑانے
والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے۔ تو وہ مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے ہی دن رہ پائیں
گے۔ (آیت ۶۰، سورۂ احزاب)
مدینہ کے اندر رہ کر جو لوگ مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرنے کی کوشش
کریں گے۔ جھوٹی خبریں اڑائیں گے۔ افواہ پھیلائیں گے کہ مسلمانوں کو شکست ہونے والی
ہے۔ ان کے پاس کوئی قوت نہیں۔ وہ کمزور و بے اثر ہیں۔ اور دشمن کا لشکر چڑھا چلا آرہا ہو تو
ظاہر ہے کہ ایسے منافق اور سازشی لوگوں کا انجام یہی ہوگا کہ ان کا قلع قمع کردیا جائے۔ تنبیہ
وہدایت کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہ آنے والے منافق اسی سزا کے مستحق ہیں۔ پہلے کی
امتوں میں بھی ایسا ہی دستور تھا۔ اب بھی یہی دستور جاری ہے۔ اور اس کے اندر آئندہ بھی کوئی
تبدیلی نہیں ہوگی۔

ان منافقوں نے ایسی ایسی دغابازیاں و دسیسہ کاریاں کیں کہ مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ
کردیا تھا۔ غزوۂ احد میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ کے
قریب گیا اور پھر خطرناک حالات میں ساتھ چھوڑ کر اپنے تین سو آدمی لے کر وہاں سے الگ
ہوگیا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب کہ دس ہزار دشمنوں کا لشکر جرار مسلمانوں کے مدمقابل تھا۔ یہی
منافقین اس طرح مسلمانوں کے درمیان بددلی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ:

اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دل میں بیماری تھی کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ
ایک فریب تھا۔ اور جب ان منافقین کے ایک گروہ نے کہا کہ اے مدینہ والو! یہاں تمہارے
ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اپنی واپسی کی
اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں۔ جب کہ وہ بے حفاظت نہ تھے۔ یہ منافق
تو بس بھاگنا چاہتے تھے۔ (آیت ۱۲، ۱۳، سورۂ احزاب، پارہ ۲۲)

(۲۱) سورۂ توبہ کی آیت ۲۹ کے اندر ان اہل کتاب سے لڑنے کا حکم ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ
یوم آخرت کو مانیں نہ اللہ و رسول کے محرمات کو مانیں نہ دین حق کی اتباع کریں۔ ساتھ ہی فتنہ



وفساد و شر انگیزی پر بھی آمادہ ہوں۔ اور اسی آیت کے آخر میں ان سے جزیہ لینے کا بھی ارشاد
ہے۔ یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں انہوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت (بیٹا
سمجھنا) اور ساتھ ہی الوہیت (الٰہ ماننا) کا عقیدہ گڑھ لیا تھا۔ اللہ نے جس طرح اپنے پیغمبروں
پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اس میں کسی طرح کی ترمیم کرنے والوں کا ایمان معتبر نہیں ہے۔
مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے اندر جب مکمل طور پر مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا اور یہ اہل کتاب حسد
وکینہ و بغض و نفاق اور عداوت و سازش کی اپنی مہم سے باز نہیں آئے تو ان کے لیے حکم ہوا کہ وہ
یہاں اب اپنی پرانی روش سے باز آجائیں۔ امن و سلامتی کے ساتھ رہیں۔ ان کے ساتھ کوئی
زور زبردستی نہیں ہوگی۔ ایمان قبول نہیں کرتے تو یہ ان کا اختیار ہے۔ ہاں اپنی حفاظت کے لیے
اب وہ جزیہ ادا کریں اور ان کی پوری ذمہ داری اور ان کی جان و مال و عزت و آبرو کا تحفظ
ہمارے اوپر ہے۔

جزیہ وخراج کی ادائیگی میں اگر اہل ذمہ کافر کچھ تاخیر کریں یا روک دیں تب بھی ان کو
جسمانی ایذا نہیں دی جاتی تھی۔ جب کہ زکوٰۃ و عُشر کی ادائیگی میں کوئی صاحب نصاب مسلمان
ایسا کرتا تو اس کے ساتھ پوری سختی برتی جاتی تھی۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد رشید قاضی
القضاۃ امام ابو یوسف لکھتے ہیں۔

ایک صحابی حکیم بن ہشام نے حمص کے والی کو دیکھا کہ جزیہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس
نے کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے تو انہوں نے فرمایا! ”یہ کیا ہے؟ میں نے رسول ﷺ کو
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو اذیت دیں گے اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں
عذاب سے دوچار کرے گا۔ (کتاب الخراج، صفحہ ۱۱۵، وسنن بیہقی جلد ۹، صفحہ ۲۰۵)

خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خراج وصول کرنے والے اپنے ایک افسر کو
تحریری ہدایت دی تھی کہ۔

”جب تم ان کے پاس پہنچو تو ان کی سردی و گرمی کے کپڑے اور کھانے کی چیزیں نہ بیچ لینا نہ
ان کی ضرورت والے جانوروں کو لینا نہ ان میں سے کسی کو ایک کوڑا بھی لگانا نہ مطالبات کے لئے
انہیں پیروں پر کھڑا کرنا نہ خراج کے سلسلے میں ان کے کسی مال کو بیچنا۔ کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ
ان سے زائد از ضرورت مال میں سے لیں۔ اگر تم نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو مجھ سے پہلے
اللہ تمہیں پکڑے گا اور اگر مجھ تک اس کی خلاف ورزی کی بات پہنچی تو میں تمہیں معزول کردوں گا۔
افسر نے کہا تب تو میں اسی طرح (خالی ہاتھ) لوٹوں گا جیسے جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا! چاہے
خالی ہاتھ اسی طرح لوٹ آنا پڑے۔“ (کتاب الخراج صفحہ ۱۱۶۔ وسنن بیہقی جلد ۹ صفحہ ۲۰۵)

واضح ہو کہ غلبہ اسلام کے بعد زکوۃ اور جزیہ کی وصولی کا حکومتی سطح پر ایک نظام قائم تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ جنہیں خلفاء راشدین کہا جاتا ہے، ان کے عہد حکومت میں بیت المال کے ذریعہ ان کی وصولی کا انتظام تھا۔ جن مسلمانوں پر زکوۃ فرض تھی ان سے حکومت کے ذمہ دار جنہیں عاملین ومحصلین زکوۃ کہا جاتا تھا وہ مختلف علاقوں میں متعین تھے جو مستطیع اور مالک نصاب مسلمانوں سے زکوۃ وعُشر وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے اور پھر اسے مستحقین کے درمیان تقسیم کیا جاتا تھا۔ اسی طرح جزیہ بھی غیر مسلم رعایا سے سالانہ وصول کیا جاتا تھا۔ پھر بعد کے ادوار میں زکوۃ وجزیہ کی اس وصولی کا نظام ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ جب کہ سلطنت اسلامی کی سرحدیں کافی وسیع وعریض ہو رہی تھیں۔ اب صدیوں سے بیت المال اور حکومتی سطح پر ایسی کسی وصولی کا کسی بھی مسلم ملک میں کوئی نظم وضبط نہیں۔ اس وقت دنیا بھر میں درجنوں مسلم ممالک ہیں، مگر کہیں بھی کسی طرح جبر واکراہ یا رضا ورغبت کے ساتھ ہر مستطیع مسلمان سے زکوۃ وصول کرنے کا نظم ہے اور نہ ہی کسی ایک بھی غیر مسلم سے کوئی جزیہ لیا جاتا ہے۔

(۲) اہل کتاب سے متعلق مذکورہ آیت سے پہلے کی آیت ۲۸ سورۂ توبہ میں کہا گیا ہے کہ مشرک نجس ہیں۔ اس لیے مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔ اگر کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ موسم حج میں ان مشرکین کے نہ آنے سے کچھ تجارتی ومعاشی فرق پڑے گا تو ان کی یہ سوچ صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور بارش رحمت سے مسلمانوں کو نوازتا ہی رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خالق ومالک کائنات ہے۔ وہ واجب الوجود اور یکتا ویگانہ ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک وسہیم نہیں۔ کسی کو اللہ کا شریک سمجھنا یہ قلبی وباطنی نجاست ہے۔ اور مشرک اس نجاست میں ملوث ہیں۔ لہٰذا وہ اندر سے نجس ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شرک کو کسی بھی طرح گوارہ نہیں فرماتا۔ شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی اسی قرآن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک وکفر کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ اس گناہ کے علاوہ جسے چاہے وہ معاف فرمادے۔

اقسام کفر میں شرک سب سے بدترین قسم ہے۔ اللہ کی ذات یا اس کی کسی صفت میں غیر اللہ کو شریک کرنا اللہ کی نافرمانی اور بغاوت وسرکشی ہے۔ یہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اور شرک وکفر کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے۔

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے۔ اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے اس میں سے وہ جسے چاہتا ہے معاف فرمادیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کچھ شرک کیا اس نے گناہ عظیم کا طوفان باندھا۔ (آیت ۴۸، سورۂ النساء۔ پارہ پانچ)



صاف صاف قرآنی حکم یہ ہے کہ۔

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ (آیت ۳۶، سورہ نساء۔ پارہ پانچ)

اور کہو! سب خوبیاں اللہ کی ہیں جس کی کوئی اولاد نہیں اور جس کے ملک میں کوئی شریک نہیں۔ (آیت۔۱۱۱، سورہ بنی اسرائیل۔ پارہ پندرہ)

(۲۰) سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں بتلایا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ سے موالات اور قلبی محبت نہ رکھو۔ جو اُن سے ایسا تعلق رکھے گا وہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی یہودیوں سے گہری دوستی رکھتا تھا۔ کیونکہ منافق اور یہودی دونوں کی اسلام دشمنی قدر مشترک تھی۔ اور نصاریٰ بھی ایسی ہی ذہنیت رکھتے تھے۔ قرآن نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ محبت ودوستی کا علاقہ نہ رکھا جائے۔ یہ ایک دوسرے سے مل جل کر اسلام کے خلاف سازش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے خلاف سازش کرنے والے دشمن سے دانستہ طور پر نہ کل کوئی شخص دل سے محبت رکھتا تھا اور نہ ہی آج کوئی بھی شخص اسے گوارہ کرسکتا ہے۔

(۲۲) سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۴ میں بتایا گیا ہے کہ نصاریٰ نے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ اور ان پر نازل شدہ کتاب کو ماننے اور ان کے احکام پر عمل کرنے کا جو عہد وپیان کیا تھا اسے توڑ دیا۔ رسولوں کی نافرمانی کی اور انجیل پر عمل ترک کردیا۔ یہاں تک کہ اس کے اندر تحریف والحاق بھی کر ڈالا۔ ان کا یہ گستاخانہ عمل اللہ کی ناراضگی کا سبب بنا اللہ کی نظر رحمت ان سے پھر گئی اور ان کی بدنصیبی سے ان کے درمیان بغض وعداوت کا جذبہ پیدا کردیا گیا۔ جسے وہ قیامت تک بھگتتے رہیں گے۔

(۱۲)(۱۳) سورۂ انفال کی آیت ۶۹ -اور سورۂ الفتح کی آیت ۲۰ کے اندر مال غنیمت کا ذکر ہے کہ اللہ نے اسے تمہارے لیے حلال اور پاکیزہ بنادیا ہے۔ جہاد میں دشمن جو مال واسباب چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں اسے غنیمت کہا جاتا ہے۔ جس کا لینا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ لیکن صرف دنیاوی طمع اور مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں حصہ لینا شرعاً سخت ممنوع اور ثواب سے محرومی کا باعث ہے۔

اسلامی ملک اور باشندگان ملک کے تحفظ کے لئے اگر کسی جہاد کا مرحلہ درپیش ہوتا تو اس کی ساری ذمہ داری مسلمانوں پر ہوا کرتی تھی۔ اس کے مصارف واخراجات صرف مسلمانوں پر فرض ہوتے تھے۔ غیر مسلموں پر اس فریضہ کا کوئی بار نہیں ہوتا تھا۔

یہاں میں اس بات کی مزید وضاحت مناسب سمجھتا ہوں کہ مال غنیمت کا حصول مسلمانوں کا کوئی مطلوب ومقصود نہیں تھا۔ اور جہاد کے جملہ اخراجات برداشت کرنے کے علاوہ ان کی اپنی جائداد ومالیات میں جو نظام زکوۃ رائج ہے اس کے مقابلہ میں جزیہ کوئی بوجھ نہیں

تھا۔ مسلمانوں کے پاس جو پالتو جانور ہوا کرتے تھے ان کی زکوۃ اسلامی حکومت کے اہل کار وصول کیا کرتے تھے جب کہ غیر مسلم اپنے پالتو جانور جتنی تعداد میں بھی رکھتے انہیں اس کے بدلہ میں حکومت کو کچھ بھی نہیں ادا کرنا ہوتا تھا۔ مالِ تجارت کے علاوہ زر و جواہر و زیورات و اسبابِ خانہ اور لاکھوں کروڑوں نقد کی صورت میں جو کچھ بھی ہوتا اس میں سے کسی غیر مسلم کو حکومت کے لئے کچھ بھی نہیں دینا پڑتا تھا۔

دولت مند متوسط طبقہ اور عام برسر روزگار غیر مسلموں سے ان کی مرضی کے مطابق ایک مقررہ معمولی رقم سالانہ وصول کی جاتی تھی۔ مالکِ نصاب مسلمانوں کے اوپر زکوۃ فرض ہے اور زرعی پیداوار پر عُشر واجب ہے۔ جو اسلامی حکومت ان سے وصول کیا کرتی تھی۔ اب جب کہ کسی ملک میں اس کا نظام جاری نہیں رہ سکا تب بھی یہ دونوں فرائض یعنی زکوۃ و عُشر مسلمانوں کو از خود ادا کرنے ہیں فطرہ بھی ان کے اوپر واجب ہے۔ علاوہ ازیں موقعہ موقعہ سے کچھ نہ کچھ صدقہ وخیرات کرتے رہنا بھی ان کے لیے مستحب ہے۔ سونا چاندی ہو یا مال تجارت ہو یا پالتو جانور ہوں۔ حاجت اصلیہ سے جو بھی زائد ہو اس پر مسلمانوں کو آج بھی زکوۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ ان کی اپنی نجی مذہبی ذمہ داری ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ایسا نہیں کرتا اور صاحب استطاعت و مالک نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ و عُشر نکال کر ان کے مستحقین کو نہیں دیتا تو اپنے اسلامی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر کے آخرت کی سخت سزا اور عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

تحائف و نذرانے، باج و خراج، و لگان و ٹیکس کی کئی شکلیں ہندوستان میں پہلے رائج تھیں اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔

اور اس اکیسویں صدی میں تعصب و جانب داری کا ایک نمونہ ہمارے ہندستان میں یہ ہے کہ دستوری طور پر مسلم دلت ان رعایتوں سے محروم ہیں جن سے ہندو دلت فائدے اٹھا کر اپنا معیار زندگی بلند کر رہے ہیں۔ یہ دستور ہند کی دفعہ 341 کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ سرکاری وزارتوں و محکموں اور پرائیویٹ اداروں و کمپنیوں میں مسلمانوں کے ساتھ جو کھلا تعصب اور اکثر مواقع پر ان کے ساتھ جو ظلم و زیادتی ہوتی ہے اس کی ایک الگ داستان ہے۔

(۳)(۶)(۸)(۲۳) سورۂ نساء کی آیت ۱۰۱۔ سورۂ توبہ کی آیت ۲۳۔ سورۂ مائدہ کی آیت ۵۷۔ اور سورۂ نساء کی آیت ۸۹ کے اندر بتلایا گیا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرنے والے اور اسلام کا انکار کرنے والے خواہ وہ کتابی ہوں یا غیر کتابی راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ گمراہ ہیں۔ اور اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں سے حسد و عداوت رکھتے ہیں۔ ان کو اپنا ہمدرد اور مددگار نہ بناؤ۔ ایسے لوگوں کے ساتھ قلبی محبت و موالات نہ رکھو۔ اس قرآنی حکم کے کئی



اسباب اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔

(۵)(۱۰)(۱۱)(۱۵)(۱۶)(۱۸) سورۂ نساء کی آیت ۵۶۔ سورۂ انبیاء کی آیت ۹۸۔ سورۂ سجدہ کی آیت ۲۲۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت ۲۷۔ اور اسی سورہ کی آیت ۲۸۔ اور سورۂ توبہ کی آیت ۶۸ کے اندر اللہ و رسول پر ایمان نہ لانے والے منکر و کافر کو ان کے کفر و انکار کا بدلہ اور عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ جس کا مطلب بالکل واضح ہے۔ جو لوگ بھی اللہ و رسول و قرآن و یوم آخرت کے منکر و کافر ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

(۱۷) سورۂ توبہ کی آیت ایک سو گیارہ کے اندر مسلمانوں کی جان و مال کے بدلہ میں جنت کی بشارت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنے علم اپنی عقل اپنے تجربہ اپنی زبان اپنے قلم اپنے مال اپنی طاقت اور اپنی جان کا قیمتی نذرانہ پیش کریں۔ اپنی ساری توانائی اس کی راہ میں خرچ کریں۔ اس کے احکام کی تعمیل کریں۔ اپنے نفس اور شیطان کے دامِ فریب سے دور رہیں۔ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں۔ ایمان و اسلام کو جان و دل سے عزیز رکھیں۔ پھر ان کے لیے آرام ہی آرام اور راحت ہی راحت ہے۔ وہ اپنے نیک اعمال و افعال کے بدلہ میں جنت کے مستحق ہوں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ اور اس کا فرمان ہے۔

جن چوبیس آیات پر سنگھ پریوار کو اعتراض ہے ان میں سے ہر ایک کا یہاں تجزیہ کر کے صحیح قرآنی مفہوم کی توضیح کر دی گئی ہے۔ کئی آیات کا ایک دوسرے سے خصوصی ربط و تعلق ہے اس لیے ان میں سے بعض کو ایک ساتھ ہی لکھ کر اعتراض کا ازالہ کیا گیا ہے۔ جو غور سے پڑھنے کے بعد ہر اس شخص کے لیے اطمینان بخش اور کافی ہے جس کا مقصد اپنا ذہنی خلجان دور کرنا ہے۔ اور کچھ ذہنی خلل جس کے اندر ہو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ جن انتہا پسند لوگوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنی بکواس و فتنہ انگیزی جاری ہی رکھنی ہے انہیں سمجھانا بڑا مشکل کام ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان سے دور رہو۔ ان کے دل سیاہ ہیں اس لیے ان کے ساتھ قلبی دوستی نہیں کی جا سکتی۔ انہیں اپنے کرتوتوں کی سزا آخرت میں مل کر رہے گی۔ اور ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ و رسول کے منکروں کی اسلام دشمنی و قرآن دشمنی کی سزا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟

آر ایس ایس کے موجودہ سربراہ کا یہاں ایک تازہ بیان پڑھتے چلیں

گنٹور (آندھرا پردیش) ۱۲ر نومبر (یو این آئی)

آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک کے ایس سدرشن نے مانگ کی ہے کہ مصر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملک میں چلنے والے مدارس کے نصاب سے قرآن کی وہ چند آیتیں حذف کر دی

جائیں جو دیگر فرقوں کے ساتھ منافرت بڑھاتی ہیں۔

آر ایس ایس کے تین روزہ اجتماع سے کل رات یہاں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایسی آیات جن میں جہاد کا ذکر ہے یا جو کافروں سے دوستی کو منع کرتی ہیں وہی دراصل جہاد اور طالبان ذہنیت کی ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسرائیل کے کہنے پر مصر نے نصاب سے ایسی تمام آیات قرآنی حذف کردی ہیں جن میں مسلم یہودی دشمنی کا ذکر ہے۔

(۱۳ر نومبر ۲۰۰۲ء کے اخبارات)

مصر میں یا دنیا کے کسی حصہ میں کسی ایک بھی مسلمان کی طرف سے کسی ایک بھی قرآنی آیت کو حذف کئے جانے کی بات بالکل بے بنیاد ہے۔ یہ سنگھ پریوار کی افواہ بازی اور اس کا سفید جھوٹ ہے جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔ کافروں اور منافقوں کی دوستی کے بارے میں اصولی احکام پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ بدطینت، بدخواہ، سازشی اور شرپسند آدمیوں سے کوئی صحیح الدماغ آدمی کبھی دوستی نہیں کرتا ہے۔

قرآن کی بعض آیات بعض آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ بددینی، بے علمی، اور بدنیتی کیساتھ جو شخص مطالعۂ قرآن کرتا ہے وہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت کی وادی میں گر پڑتا ہے۔ اس قرآن سے جہاں بے شمار باادب بانصیب انسان ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ حق و ہدایت کی نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ وہیں بہت سے بے ادب بے نصیب اور بے توفیق لوگ اپنی کج روی و کج فکری کے سبب اپنی گمراہی کا سامان بھی کر لیتے ہیں۔

کافروں کی ایک جماعت پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ آپ دوسرا قرآن لائیے جس میں ہمارے بتوں کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہو یا اسی قرآن میں کچھ تبدیلی کر دیجئے ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے آیات و احکام الٰہی میں کسی قسم کی کمی بیشی سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کلام الٰہی ہے اس کے اندر اپنی طرف سے میں کوئی بھی تبدیلی اور کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ قرآن اس واقعہ کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے (آخرت) کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لائیے۔ یا اسی کو بدل دیجئے۔

تم فرماؤ! مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے اسے بدل سکوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جسکی میری طرف وحی ہوتی ہے۔ میں اگر نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

تم فرماؤ! اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا۔ نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا۔ میں اس سے



پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گذار چکا ہوں۔ کیا تمہیں عقل نہیں؟

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یا اس کی آیتیں جھٹلائے۔ بیشک مجرم کامیاب نہ ہوں گے۔ (آیت ۱۵ تا ۱۷۔ سورۂ یونس۔ پارہ ۱۱)

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (آیت ۸۲، سورہ نساء، پارہ ۵)

بہت سے سرپھروں نے قرآن کے کلام ربانی ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات اپنی طرف سے گڑھ لئے ہیں۔ قرآن نے کہا کہ اگر ایسا ہی سمجھتے ہو تو تم بھی کوشش کر کے اس کے مقابلہ میں کچھ پیش کرو مگر ہرگز تم ایسا کلام نہیں بنا سکتے۔ کئی جگہ قرآن نے منکرین و کافرین سے اس کا مطالبہ کیا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے آپ بنا لیا ہے۔ تم فرماؤ! ایسی ہی دس سورتیں تم بھی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ تو اے مسلمانو! اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ اللہ کے علم ہی سے یہ اترا ہے۔ اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ تو کیا اب تم مانو گے؟ (آیت ۱۳-۱۴۔ سورۂ ھود۔ پارہ ۱۲)

اور اگر تم کو کچھ شک ہو اس میں جسے ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا ہے تو اس جیسی ایک سورت تو لے آو، اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لا سکو اور ہرگز نہیں لا سکتے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے۔ (آیت ۲۳۔ سورہ بقرہ۔ پارہ ۱)

تم کہو! اگر انسان اور جن سب مل کر اس قرآن کی مانند لانا چاہیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ (آیت ۸۸، سورہ بنی اسرائیل، پارہ ۱۵)

قرآن کے خلاف شور و غل، شورش و ہنگامہ آج کوئی نئی بات نہیں۔ پہلے کے کافر بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن بیان کرتا ہے۔

اور کافر بولے! یہ قرآن نہ سنو۔ اور اس میں بیہودہ شور و غل کرو۔ شاید یوں ہی تم غالب آؤ۔

(آیت ۲۶۔ سورۂ حٰم السجدہ۔ پارہ ۲۴)

قرآن کے اندر نہ کوئی تحریف و الحاق نہ کسی قسم کی کمی بیشی ہو سکتی ہے اور نہ اس کا کوئی جواب ہو سکتا ہے کیوں کہ خود خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے۔

بیشک ہم نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ و نگہبان ہیں۔ (آیت: ۹، سورۂ حجر، پارہ: ۱۴)

مکہ کے کافروں نے آغاز اسلام میں جب مسلمانوں کو ستایا اور ان کا ظلم و ایذاء ناقابل

برداشت ہونے لگا تو چند مسلمانوں کی ایک ٹکڑی ملک حبش جا کر پناہ گزیں ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے پہلے کا ہے۔ حبش کا حکمراں اصحمہ نجاشی تھا۔ یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ کفار مکہ نے حبش تک مسلمانوں کا تعاقب کیا اور نجاشی سے مل کر ان کی شکایت کی تا کہ وہ چند مجبور مسلمان ان کفار مکہ کے حوالہ کردیئے جائیں۔ نجاشی سمجھدار اور انصاف پسند حکمراں تھا۔ اس نے پہلے تحقیق حال کیا۔ مسلمان اس کے دربار میں جب بلائے گئے تو پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار نے اس کے دربار میں پوری جرأت و بے باکی سے اسلام کی حقانیت واضح کی۔ ان کی یہ تقریر سیرت نبوی کی قدیم و مستند کتاب سیرت ابن ہشام جلد اول میں اس طرح درج ہے۔

اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں ملوث تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے۔ ہمارے اندر انسانیت اور سچی میزبانی کا نشان بھی نہ تھا۔ پڑوسی کی خبر گیری و رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہمارے اندر ایک عظیم و بزرگ ہستی کو مبعوث فرمایا۔ جس کے حسب ونسب، صداقت و دیانت، تقویٰ و پاکیزگی سے ہم خوب اچھی طرح واقف ہیں۔

اس بزرگ ہستی نے ہم کو توحید الٰہی کی دعوت دی۔ اور سمجھایا کہ اس اکیلے خالق و مالک کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے منع کیا۔ اس نے تعلیم دی کہ ہم سچ بولیں۔ وعدہ پورا کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیا کریں۔ روزے رکھیں۔

یہ باتیں مان لینے کی وجہ سے ہماری قوم ہمارے خلاف ہوگئی ہے۔ اس سے جس حد تک ہوسکا ہمیں ستایا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت چھوڑ دیں۔ اور پتھر کے مجسموں کی پوجا کرنے لگیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور مجبور ہو کر آپ کے ملک میں پناہ لینے آئے ہوئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت جعفر طیار کی یہ باتیں سن کر نجاشی نے کہا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار نے سورۂ مریم کی تلاوت کی۔ نجاشی اسے سن کر زار زار رونے لگا۔ اور اس نے کہا کہ۔

محمد تو وہی رسول ہیں جن کے آنے کی خبر عیسیٰ مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ مل گیا۔

اس کے بعد نجاشی نے دشمن کفار مکہ کو اپنے دربار سے نکال باہر کردیا اور وہ ناکام و نامراد ہو کر واپس مکہ لوٹ آئے۔



قرآن کی اثر انگیزی اور اسے سن کر ایمان لانے کے بہت سے واقعات تاریخ اسلام کے سینے میں محفوظ ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق کا بیان کیا جارہا ہے۔ جو مکہ کے مشہور بہادر اور اسلام لانے سے پہلے اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ ان کے علاوہ کسی کافر کی کبھی یہ ہمت نہ ہوئی تھی کہ وہ تلوار لے کر اس نیت سے نکلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں پاؤں گا قتل کر ڈالوں گا۔

مسلمان ابھی اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھ رہے تھے۔ انہیں ایام میں عمر فاروق بن خطاب ایک دن ہتھیار بند ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ راستہ میں انہیں اچانک ایک خبر ملی کہ ان کی بہن اور بہنوئی نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ وہ غصہ سے تلملا اٹھے۔ غیظ وغضب کے عالم میں بہن کے گھر پہنچے اور بہن و بہنوئی کو مار مار کر لہولہان کردیا۔ ان کی بہن نے کہا کہ اے عمر! پہلے تم وہ قرآن سن لو جسے سن کر ہم ایمان لائے ہیں۔ اگر وہ تم کو ٹھیک نہ لگے تو ہمیں مار ڈالنا۔

عمر فاروق نے کہا اچھا میں اسے سن لیتا ہوں۔ ایک صحابی جو عمر فاروق بن خطاب کے آجانے کی وجہ سے خوف کے مارے گھر کے اندر ہی چھپ گئے تھے وہ باہر نکلے اور انہوں نے سورۂ طٰہٰ کا پہلا رکوع پڑھا۔ عمر فاروق نے اسے سنا تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور دارارقم (مکہ مکرمہ) جہاں پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے وہاں پہنچ کر اپنے ایمان واسلام کا اعلان کردیا۔

کچھ اور آگے بڑھنے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ چند اصطلاحات شریعت اسلامیہ کو آپ غور سے سمجھ لیں۔

**کفر**: کسی چیز کا ڈھانکنا، چھپانا۔ اور اصطلاح شریعت اسلامیہ میں فرائض و ارکانِ اسلام کے انکار کو کفر کہا جاتا ہے۔

**کافر**: وہ شئی جو دوسرے کو ڈھانکنے اور چھپانے والی ہو۔ جو شخص کسی چیز کی ناشکری اور انکار کرنے والا ہو اور اصطلاح شریعت میں اسے کافر کہا جاتا ہے جو اسلام و ضروریات دین کا منکر ہو۔

**شرک**: کسی چیز میں کسی دوسرے کی شرکت۔ اور اصطلاح شریعت میں شرک یہ ہے۔ اللہ کی ذات یا اس کی کسی صفت میں غیر اللہ کو شریک سمجھنا۔

**مشرک**: کسی چیز میں کسی دوسری چیز کو شریک کرنے والا۔ اور اصطلاح شریعت میں مشرک یہ ہے۔ اللہ کی ذات یا اس کی کسی صفت میں غیر اللہ کو شریک سمجھنے والا۔

**جھاد**: جد وجہد، کوشش ومحنت۔ اور اصطلاح شریعت میں اللہ کی رضامندی کے لئے کسی

طرح کی بھاگ دوڑ، ایثار و قربانی، اپنے فکر و خیال، قول و عمل، زبان و قلم، مال و دولت، شمشیر و سناں، قوت و اقتدار کسی بھی ذریعہ سے انسانیت کی خدمت کرنا۔ فروغ و استحکام اسلام کی تدبیر کرنا اور رضائے رب کائنات کی طلب کرنا۔

**مجاہد**: محنت و ریاضت اور تگ و دو کرنے والا۔ اور اصطلاح شریعت میں مجاہد وہ شخص ہے جو مذکورہ اقسام جہاد میں سے کسی بھی ذریعہ سے اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کے لئے خود جہاد کر رہا ہو یا جہاد کرنے والے کی نصرت و اعانت کر رہا ہو۔

**ایمان**: کسی چیز کا ماننا، عقیدہ رکھنا۔ اور اصطلاح شریعت میں توحید و رسالت اور پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت و دعوت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ایمان ہے۔

**مومن**: کسی چیز کو ماننے والا، عقیدہ رکھنے والا۔ اور اصطلاح شریعت میں توحید و رسالت اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت و دعوت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے والے کو مومن کہا جاتا ہے۔

**اسلام**: گردن جھکانا، تابع فرمان ہونا۔ اور اصطلاح شریعت میں دین اسلام کو قبول کرنے کا نام اسلام ہے۔

**مسلم**: گردن جھکانے والا، تابع فرمان ہونے والا۔ اور اصطلاح شریعت میں دین اسلام کو قبول کرنے والا شخص مسلم ہے۔ ایمان لانے والے کو مسلم اور مؤمن کہا جاتا ہے۔

**نفاق / منافقت**: دورخا پن، اندر سے کچھ باہر سے کچھ، باطن کے خلاف ظاہر ہونا۔ اور اصطلاح شریعت میں اپنے کفر کو چھپا کر اسلام کا اظہار کرنے کا نام نفاق / منافقت ہے۔

**منافق**: دورخا پن کرنے والا، اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرنے والا۔ اور اصطلاح شریعت میں اپنا کفر چھپا کر بظاہر اسلام کا ڈھونگ رچانے والے کو منافق کہا جاتا ہے۔

**الحاد**: راہ حق سے بھٹکنا، گمراہ ہونا، بے لگام و بدکار ہونا، اور اصطلاح شریعت میں دین کو نہ ماننا، اللہ کے وجود کا انکار کرنا الحاد ہے۔ جسے ہندی میں ناستکتا (Atheism) کہا جاتا ہے۔

**ملحد**: گمراہ و بے لگام و بدکار شخص! اور اصطلاح شریعت میں دین کو نہ ماننے والے اور اللہ کے وجود کا انکار کرنے والے کو ملحد کہا جاتا ہے۔ ہندی میں ملحد یعنی لادین کو ناستک کہتے ہیں۔

بعض اصطلاحات مثلاً **کفر و کافر** اور **جہاد وقتال** کو اچھال کر آج یہ شور و غوغا کیا جا رہا ہے کہ قرآن غیر مسلم اقوام و قبائل سے نفرت اور ان کے ساتھ حرب و ضرب کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں کو کافر کہہ کر ان کی تحقیر کرتا ہے۔ اور تصور جہاد کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر جنگی جنون



پیدا کرتا ہے۔

اللہ کے دین اسلام، اس کے پیغمبر، اس کے نازل کردہ صحائف، اس کے ملائکہ، تقدیر، یوم آخرت، آخری صحیفہ قرآن حکیم، آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے دین اسلام کا انکار کفر ہے۔ انکار کرنے والے کو کافر کہا جاتا ہے۔ وہ خواہ کسی قوم و قبیلہ کا ہو، کسی علاقہ و خطہ کا ہو، کسی ملک و براعظم کا ہو، کسی عہد و عصر کا ہو، کسی زمان و مکان کا ہو، کسی منصب و حیثیت کا ہو، اور کسی رنگ و نسل کا ہو۔

حق و باطل، ہدایت و ضلالت، نور و ظلمت، حسن و قبح، خوب و ناخوب سب کچھ اسلام نے واضح کر دیا ہے۔ اس کی دعوت سارے عالم انسانیت میں عام ہو چکی ہے۔ اتمام حجت کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے۔ کسی کا یہ عذر مسموع اور قابل قبول نہیں کہ ہم تک اسلام کی دعوت اور اس کا پیغام نہیں پہنچا۔ اب جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔ یہ اس کا اپنا انتخاب و اختیار ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آنے والا ہے۔

جہاد بلڈر بازی و فتنہ و فساد کا نام نہیں ہے۔ جہاد کہا جاتا ہے اللہ کی رضا کے لیے اس کی راہ میں تن من دھن قربان کر دینے کو۔ زندگی کے جس مرحلہ میں جس انداز سے بھی مرضی رب کے لیے کوشش کی جائے اسے جہاد کہا جائے گا۔ طاقت کے ذریعہ، زبان کے ذریعہ، قلم کے ذریعہ، مال کے ذریعہ، تعلقات کے ذریعہ، علم کے ذریعہ، فن کے ذریعہ، تجربہ کے ذریعہ، بھاگ دوڑ کے ذریعہ، جس طرح بھی ممکن ہو اور جو وسائل و ذرائع دستیاب ہوں، ان کے استعمال کو جہاد کہا جاتا ہے۔ اپنے نفس اور اس کی شرارت سے لڑنا بہت بڑا جہاد ہے۔ اور ظالم حکمراں کے سامنے حق بات کہہ دینا بھی افضل ترین جہاد ہے۔

کسی چلتے پھرتے آدمی، کسی بارات گھر، کسی عبادت گاہ، اور ضعیفوں، معذوروں، عورتوں، بچوں کو دن کے اجالے یا رات کے اندھیرے میں بلاوجہ و بلا سبب نشانہ بنانے کا نام اسلامی جہاد نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ٹرین، بس کے اڑانے اور جہاز کو اغواء کر کے ملکی و عالمی امن و سلامتی کی فضا خراب کرنے اور ماحول کشیدہ کرنے کا نام بھی اسلامی جہاد نہیں ہے۔ شرعی ضرورت، مادی تیاری، افرادی قوت، امارت جیسی شرائط سے بے نیاز ہو کر کیا جانے والا کوئی حملہ یا جنگ اسلامی جہاد نہیں ہے۔ گروہی و خاندانی اقتدار، کرسی، اور شخصی سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے کیا جانے والا تصادم اصطلاحی جہاد نہیں۔ ہاں! جہاں شرائط جہاد پائی جائیں گی وہاں جہاد کیا جانا ضروری ہے اور بشرط استطاعت اس میں حصہ لینا یقیناً کار ثواب ہے۔

ہندوستان کے اندر پچیس پچاس سال کے دوران ایسا کوئی اسلامی جہاد وقتال ہمیں تو نظر نہیں آیا اور نہ ہی کسی ایسے شرعی جہاد کا علماء اسلام نے فتویٰ دیا ہے۔ پھر جہاد جہاد کی رٹ لگا کر قرآن اور مسلمان کے خلاف ہندوستان بھر میں سنگھ پریوار ایک دہشت گردانہ تحریک کیوں چلا رہا ہے؟ اور نفرت کے جراثیم ہندوستانی معاشرہ میں کیوں پھیلا رہا ہے؟ اس سوال پر امن پسند ہندوستانیوں کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

متعدد مواقع پر قرآن نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم اور ظالموں کو کبھی پسند نہیں فرماتا۔ فساد اور فسادیوں کو کبھی پسند نہیں فرماتا۔ اے لوگو! تم ظلم نہ کرو، فساد نہ پھیلاؤ۔ زمین کو ظلم وفساد سے دور رکھو۔ اور کسی کا ناحق قتل نہ کرو۔ اور اس کا یہ اعلان عام ہے کہ:

جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔ اور جس نے ایک جان کو بچالیا اس نے گویا سارے لوگوں کو زندگی بخشی۔

(آیت ۳۲، سورہ مائدہ، پارہ ۶)

انسان تو انسان ہے۔ جانوروں کے بارے میں بھی اسلام کی تعلیم رحمت وشفقت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو بند کر دیا تھا اور وہ بھوک سے مرگئی۔ اس کی وجہ سے اس عورت کو جہنم میں جانا پڑا۔ (بخاری)

ایک آدمی کہیں جا رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ وہ کنویں میں اترا اور اس میں سے پانی پی کر باہر نکلا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا ہے اور مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کتے کو میری ہی جیسی پیاس لگی ہے۔ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے موزہ میں پانی بھر کر اسے منہ سے پکڑ کر باہر نکلا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ بات پسند آئی اور اس کی مغفرت فرمادی۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے بھی ہمیں ثواب ملے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا! ہر تر جگر والے (جاندار) میں اجر وثواب ہے۔ بخاری)

پروپیگنڈہ یہ کیا جا رہا ہے کہ ہر کافر ومشرک سے مسلمان ہر وقت جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ عام معاملاتِ زندگی کے بارے میں بھی قرآن کا حکم یہ ہے کہ:

اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو دین میں تم سے نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا۔ بیشک انصاف کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں انہیں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں



سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی۔ اور جو اُن سے دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔

(آیت ۹۔ سورۂ ممتحنہ، پارہ ۲۸)

دوسری اقوام کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم دیتے ہوئے قرآن نے کہا:

اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم رہو انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے۔ اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس کے ساتھ بے انصافی پر نہ ابھارے۔ انصاف کرو وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک وہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

(آیت ۸۔ سورہ مائدہ۔ پارہ ۶)

قرآن اور اسلام پر بڑھ بڑھ کے حملے کرنے والے سنیں کہ بدگوئی وبدکلامی کی روک تھام کے لیے قرآن نے کیسی حکیمانہ تدبیر اختیار کی ہے۔ معبودانِ باطل کے پرستاروں کی زبان درازی کا اس نے کس طرح سدِ باب کیا ہے۔

اور اللہ کے سوا جنہیں وہ پوجتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ وہ اپنی زیادتی ونادانی سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ (آیت ۱۰۸، سورۂ الانعام۔ پارہ سات)

عہد وپیمان اور معاہدہ کی پابندی کی اسلام نے سخت تاکید کی ہے۔ یہ عہد کسی سے بھی کسی طرح کا اور کہیں بھی ہو اس کی پابندی لازم ہے۔ قرآن کا حکم ہے۔

اور عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔

(آیت ۳۴، سورہ بنی اسرائیل، پارہ ۱۵)

اسلامی سلطنت میں اگر کوئی کافر کسی ذمہ ومعاہدہ کے ساتھ رہائش پذیر ہو تو اس کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اگر کوئی مسلمان کسی زیرِ معاہدہ غیر مسلم کو قتل کر دے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔" (بخاری)

حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی (غیر مسلم) ذمی ومعاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا، اور اس کی خواہش کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی، قیامت کے دن اس کی طرف سے میں دعویٰ کروں گا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

جس نے کسی غیر مسلم اہل ذمہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ (طبرانی)

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے رحمتِ عالم بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ قرآن بھی رحمت ہے۔ اور اللہ بھی رحیم وکریم ہے اور اس کی رحمت ہر ایک پر سایہ فگن

ہے۔اس طرح کی متعدد آیات قرآن کے اندر موجود ہیں۔

اسلام امن عالم کا ضامن ہے۔اس کا پیغام عالمی اور آفاقی ہے۔ کسی مخصوص علاقہ کسی مخصوص قوم اور زمانہ کے لیے نہیں ہے، نہ کسی مقامی وعلاقائی پس منظر میں اس کی کوئی نظریاتی اساس رکھی گئی ہے۔قرآن کلام الٰہی ہے۔ وحی ربانی ہے۔اس کے کسی ایک لفظ میں بھی آج تک کوئی تغیر وتبدل ہوا اور نہ آئندہ اس کا کوئی امکان ہے۔ جیسا کہ دوسری الہامی وغیر الہامی کتابوں میں ہو چکا ہے۔اور اس وقت دنیا کا کوئی مذہب اس کا مدعی نہیں کہ اس کی آسمانی کتاب اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔

**جنگ وجدل**،اور **سزا وعذاب** کے بارے میں کچھ احکام واسباق ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔اور سوچیں کہ ان کا کہیں سے کوئی جواز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟ اور نہیں ہے تو مذہبی کتاب کے اس درس وحکم کا ہندوتوا کے علمبردار کیا جواب دیں گے؟ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خود ہی کسی صحیح نتیجہ تک پہنچیں اور کوئی منصفانہ فیصلہ کر لیں۔

(۱) اے سبھا اور سینا کے مالک! آپ ان لوگوں کو جو دھرماتماؤں سے دشمنی کریں جو ہمارے ساتھ بدتمیزی کریں اور ہمیں ذلیل کریں۔ جو ہمیں نیچا دکھائیں اور ہمارے ساتھ فریب کریں ان سب لوگوں کو جلا کر پوری طرح راکھ کر ڈالئے۔(یجر وید،80-11)

(۲) اے (رودر) شریر دشمنوں کو رلانے والے بادشاہ! تیرے غصے سے بھرے بہادر نفس کے لیے وجر حاصل ہو اور دشمنوں کو مارنے والی تیری ذات کے لیے اناج حاصل ہو اور تیرے بازوؤں سے (نکلے) وجر دشمنوں کو حاصل ہوں۔(یجر وید1-16)

(۳) اے تیر اندازی میں ماہر وید کے علماء سے تعریف اور تعلیم حاصل کئے ہوئے سپہ سالار کی عورت! تو پڑپڑنا کو حاصل ہوئی۔دور جا دشمنوں پر دھاوا بول، اور انہیں مار کر فتح حاصل کر، ان دور ملکوں میں رہنے والے دشمنوں کو قتل کئے بغیر نہ جانے دے۔(یجر وید45-17)

(۴) اے (اندر) اعلیٰ ترین ذوت والی فوج کے سردار! تو معرکوں کو بطور خاص جیت! فوجوں والے دشمنوں کو (ہرا کر) ذلیل کر! جو ہمیں تباہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے انہیں خوفناک تاریکیوں میں دھکیل دے(یجر وید70-18)

(۵) اے آگ اے تمام جانوں کی جان! جنگوں میں میری روشنی ہو۔ہم لوگ تجھ کو روشن کرتے ہوئے اپنے جسم کو پالیں۔چاروں سمتیں ہمارے لیے جھک جائیں۔تیری سربراہی میں ہم لڑائیوں کو فتح کریں(اتھروید5.3.1)

(۶) اور سب کیڑوں کا اور کیڑوں کی عورتوں کا سر پتھر سے میں پھوڑتا ہوں اور ان کے چہروں کو



میں آگ سے جلاتا ہوں(اتھروید5.23.13)

(۷) دونوں آنکھیں چھید ڈال، دل چھید ڈال، زبان کاٹ لے، اور دانتوں کو توڑ دے۔جس کسی پشاچ نے گوشت کھایا، اے سب سے بڑی طاقت والے صاحب علم! اس کو واضح طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال(اتھروید5.29.4)

(۸) عمل میرے دائیں ہاتھ میں ہے اور فتح میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔میں زمین جیتنے والا، گھوڑے جیتنے والا اور دولت جیتنے والا رہوں۔(اتھروید7.50,8)

(۹) منیو! دشمنوں کو پیس دینے والی میری قوت تو اکیلا ہی دشمنوں کو کچل دیتا ہے۔اس لیے اے غیر مختتم روشنی والے! ہم تیرے ساتھ مل کر بلند آواز سے جے کار کرتے ہیں اور دیگر قوتوں کو بتاتے ہیں کہ(رگ وید10.84.4)

(۱۰) ہم اندر خدا کی مدد اور قوت سے مل کر تمام دشمنوں کو فتح کر لیتے ہیں۔(رگ وید)

(۱۱) اے بہادرو! دوڑو، بھاگو، بڑھو اپنے بادشاہ کے حکم سے دشمن کا خاتمہ کر دو جیسے بھیڑیا بھیڑ کو پیس ڈالتا ہے۔تم دشمن کو پیس ڈالو۔وہ خطرناک دشمن تم سے زندہ بچ کر نہ جائیں۔ان کی جانوں کو اپنے ملک میں کاٹ لو۔(اتھروید5.8.4)

(۱۲) جو رتھ والے ہیں یا بغیر رتھ کے ہیں جو گھوڑ سوار ہیں یا پیدل ان سب دشمنوں کو مار دو اور ان کے گوشت کو گدھوں کو کھانے کے لیے چھوڑ دو۔(اتھروید5.8.10)

(۱۳) اے آریہ! تو اعلان کر دے کہ جہاں جہاں میری غالب قوت موجود ہے کوئی آریہ کا دشمن پشاچ وہاں سرکشی نہیں کر سکتا۔(اتھروید4.36.8)

(۱۴) **شری کرشن** ، **شری ارجن** کی اس کمزوری و بزدلی کو دیکھ کر کہنے لگے کہ۔

اے زمین کے سپوت! بزدلی نہ دکھاؤ، یہ تمہیں شوبھا نہیں دیتی۔

اے دشمنوں کو تباہ و برباد کرنے والے! اس خوف و بزدلی کو تیاگ کر جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔(**گیتا**، پاٹھ:۱، اشلوک ۲۱-۲۲)

(۱۵) **شری کرشن** نے کوروؤں کے خلاف جنگ کا حکم دیتے ہوئے کہا۔

اے ارجن! مجرموں وحملہ آوروں کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر اس دنیا میں تمہیں شراپ اور پاپ لگے گا۔اور تمہیں آخری نجات (نروان) نہیں ملے گی۔

(**گیتا**، پاٹھ:۲، اشلوک ۳۳-۳۴)

(۱۶) **شری کرشن** نے **شری ارجن** کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

اے کنتی کے بیٹے! جھوٹ اور بدی کا ساتھ دینے والوں کے خلاف جنگ کرتے

ہوئے مارے جاؤ گے تو جنت میں جاؤ گے۔ یا تم جیت جاؤ گے تو زمین پر حکومت کرو گے۔ اس لئے مضبوط عزم وارادہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہو جاؤ اور جنگ کرو (**گیتا**، پاٹھ:٢، اشلوک، ٣٧)

(١٧) تالاب، باؤلی، کنواں، عوام کا گھر ڈھانے والے اور بے قصور آدمیوں کو قتل کرنے والے لوگ جہنم میں جاتے ہیں۔ (**پُران**، پاٹھ:٤، اشلوک۔ ٣٣)

اسلام و قرآن پر کیچڑ اچھالنے والے ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا مسلمان بھی ان کے دین دھرم پران کے دیوی دیوتاؤں پران کی مذہبی کتابوں پر اسی طرح کیچڑ اچھال رہے ہیں جس کا وہ شب و روز مظاہرہ کرر ہے ہیں؟ پچیس پچاس سال کا پورا لٹریچر اور اخبارات ورسائل اٹھا کر دیکھ لیا جائے تو اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا کہ کس کی دل آزاری کون کر رہا ہے؟ اور امن وامان کا ماحول بگاڑنے کی لگاتار کوشش کس طرف سے ہو رہی ہے؟ زیادہ نہیں صرف سال بھر کے ہندی ہفت روزہ پنج جنیہ نئی دہلی اور انگریزی ہفت روزہ آرگنائزر نئی دہلی کا مطالعہ کر لیا جائے تو حقیقتِ حال واضح ہو جائے گی۔ آر ایس ایس کے یہ دونوں ترجمان ہر شمارہ میں اسلام، قرآن اور مسلمانانِ ہند کے خلاف زہر اگلنا اور ان کی تاریخ مسخ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ہندوستان مسلمانوں کے لیے نیا ملک نہیں۔ صدیوں سے وہ یہاں زندگی گذار رہے ہیں۔ قرآن ہندوستان کے لیے کوئی نئی کتاب نہیں۔ صدیوں سے اس کا پیغام یہاں گونج رہا ہے۔ اور کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں یہ قرآن محفوظ ہے۔ ہزاروں حفاظِ قرآن، ہزاروں علماء، اور ہزاروں نمازی شب و روز اس کی تلاوت کر کے اپنی روحانی غذا حاصل کرتے ہیں۔ یہ قرآن نہ ہندوستانی ہے نہ ایشین یا افریقن یا امریکن ہے۔ یہ انسانی نہیں بلکہ ربانی کلام ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی حرف گیری وانگشت نمائی نہ کل اس کا کچھ بگاڑ سکی نہ آج اسے ادنیٰ قابلِ توجہ سمجھا جا رہا ہے اور نہ قیامت تک اسے قرآن تک پہنچنے کی کوئی راہ مل پائے گی۔ یہ ایک اٹل اور مسلمہ حقیقت ہے۔ اور یہی نظام ومشیتِ الٰہی بھی ہے۔

دستوری ومعاہداتی طور پر مسلم وغیر مسلم سارے ہندوستانی باشندے پُر امن بقاء باہم کے پابند ہیں۔ آج کی دنیا بین الاقوامی ضابطہ کے گرد اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتی ہے۔ ملکی وبین الاقوامی ضابطوں کی خلاف ورزی ہر ایک کے لیے نقصان دہ ہے۔ غدر و بدعہدی مسلمانوں کے لیے مذہبی طور پر ناجائز وحرام ہے۔ نقضِ امن اور ملکی قانون شکنی کا جرم اجتماعی طور پر وہ نہ کرتے ہیں اور نہ ہی اسے پسند کرتے ہیں۔

آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، وبجرنگ دل جیسی فاشسٹ تنظیموں کے ہندوتوا نے ہندوازم کو



بھی آج اپنا قیدی بنا کر اسے نفرت وتحقیر، جذباتیت واشتعال انگیزی، انارکی ولاقانونیت، بے اصولی وبدعنوانی، اور ظلم وتشدد کا نمائندہ بنا دیا ہے۔ وہ اپنے ہندوتوا کی جارحانہ ذہنیت اور انتہا پسندانہ روش سے صرف ہندوستان نہیں بلکہ خود اپنے دھرم کو بھی نقصان وخسارہ سے دوچار کرر ہے ہیں۔ اور اپنے نئے ہندوتوا کے ذریعہ قدیم ہندوئیت کو داؤ پر لگا کر اسے مسلمانوں وعیسائیوں کے خلاف اپنی مسلسل جارحانہ مہم اور تحریک چلاتے رہنے کا عادی بنا رہے ہیں۔ جس کا سرچشمہ ہندوتوا کے اِس طرح کے خیالات ونظریات ہیں۔ جنہیں آر ایس ایس کی غیر انسانی ذہنیت اور اس کے فاشزم کا ایک بھیانک نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

''کوئی غیر ہندو صرف اس شرط پر ہندوستان میں رہ سکتا ہے کہ وہ ہندوؤں کا فرماں بردار بن کر رہے۔ کوئی رعایت نہ چاہے۔ نہ کسی طرح کے حقوق کا مطالبہ کرے۔ یہاں تک کہ بنیادی شہری حقوق کا بھی نہیں۔ اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کو پوری طرح ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہنا چاہئے۔ (ہم اور ہماری قومیت (WE AND OUR NATION) از:- شری گولوالکر)

خود ہندوؤں کے درمیان نسل پرستی اور چھوا چھوت کا جہاں تک سوال ہے تو اس کی تاریخ دہرانا بھی آج کے دور میں بے حد شرم ناک ہے۔ یقین نہ آئے تو اسے بھی اپنے ماتھے کی آنکھوں سے پڑھتے اور دیکھتے چلئے۔

(١) اے برہمن! تم اس خدا کی تخلیق میں منہ کی طرح ہو۔ چھتری بازو کی طرح ہے۔ ویشیا اس کی ران اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے۔ (یجروید 21.11)

(٢) یہ چمکتا ہوا سورج انسانی سماج کو پیغام دیتا ہوا کہتا ہے کہ دراصل زمین کا مالک برہمن ہوتا ہے۔ چھتری یا ویشیا نہیں ہوتا۔ (یجروید 17.9)

(٣) میں اس چمکیلے اور تکلیفوں سے نجات دینے والے سونے کو، کھیت میں پکے اناج، اپنی کام دھینوں گایوں کو، اور اپنے دھن کو، برہموں کے حوالے کرتا ہوں۔ اس سے میں اپنے لیے پالکوں میں شکھ کا دھام بناتا ہوں۔ (اتھروید 11.1.28)

سنگھ پریوار اپنے اندر کی اس خرابی اور غیر انسانی حرکت کے خلاف کوئی اصلاحی تحریک چلانے کے لئے کبھی سامنے نہیں آیا کہ شودروں، دلتوں، پسماندہ ذاتوں کا ہزاروں سال سے استحصال کرنے والے سورن جاتیہ (بڑی ذاتیں) کم از کم اب سے انہیں انسان سمجھیں اور ان کی توہین وتذلیل سے باز آجائیں۔ ابھی ہریانہ کے جھجر علاقہ میں ماہ اکتوبر (٢٠٠٢ء) کے اندر کچھ گایوں کی کھال اتارنے کے الزام میں سورن جاتیہ نے دلتوں پر ہلّہ بول کر پانچ دلتوں کو

جان سے مار ڈالا جس سے ناراض ہو کر گئی درجن دلتوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اسی حادثہ پر تبصرہ کرتے ہوئے وشو ہندو پریشد نے کہا کہ گائے کی قدر و قیمت انسانی جان سے زیادہ ہے۔ جس کا سیدھا مطلب یہ ہوا کہ دلت مرتے ہیں تو مریں مگر گائے کے اوپر کوئی آنچ نہیں آنی چاہئے۔

ہندوستان کے اندر ہزاروں ایسے مندر ہیں جن کے اندر دلتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اکتوبر ہی کا ایک دوسرا واقعہ چکواڑ ضلع جے پور راجستھان کا ہے جہاں اجتماعی طور پر دلتوں نے ایک مندر میں گھسنے کی کوشش کی تو سورن جاتیہ (بڑی ذات) نے ان پر لاٹھی ڈنڈوں سے حملہ کر کے کئی ایک کو شدید زخمی کر ڈالا۔ ۱۹۸۷ء میں ناتھ دوار مندر راجستھان میں داخلہ کی ایک مہم چلی تو دلتوں کے اوپر جوتے پتھر برسائے گئے۔ مہاراشٹر کے ایک مندر کی سیڑھیوں پر آج سے دس سال پہلے ایک دلت پولیس مین موسلا دھار بارش سے بچنے کے لئے چڑھ گیا تو گولی مار کر اسے قتل کر دیا گیا۔ شودروں اور دلتوں کو ہزاروں مندروں میں گھسنے کی اجازت نہ دینا مذہبی و نسلی بنیاد پر ہی تو ہے؟ اپنی اس نسل پرستی، انسانیت دشمنی اور اپنی قدیم مذہبی ہدایات و روایات کے نتیجہ میں رائج الوقت ظالمانہ تفریق کو سنگھ پریوار کس نظر سے دیکھتا ہے؟

مندروں میں داخلہ سے متعلق بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ ۷۵ سال پہلے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے کالا رام مندر ناسک (مہاراشٹر) میں دلتوں کے داخلہ کی ایک مہم چھیڑی تھی اور دلتوں کے لئے سورن جاتیہ (بڑی ذات) نے مندر پرویش (مندر میں داخلہ) کی رضامندی ظاہر کر دی تھی مگر پھر وہ اپنے وعدہ سے مکر گئے۔ اس سے ڈاکٹر امبیڈکر کو بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ سورن کبھی بھی دلتوں کو اپنے دھرم اور سماج میں برابری کا درجہ نہیں دے سکتے۔ دل شکستہ ہو کر ۱۹۲۷ء میں دلت مندر پرویش کی تحریک ڈاکٹر امبیڈکر نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دی۔

ایک موقعہ پر ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا۔ اس ملک میں انگریزوں کے کئی ایسے کلب ہیں جن کے باہر یہ بورڈ لگا ہوا ہے کہ ہندوستانیوں اور کتوں کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ ہندوستانیوں میں خودداری ہے اس لئے ایسے کلبوں کے قریب جانا انہوں نے خود مناسب نہیں سمجھا۔ ہمارے اندر بھی خودداری ہے اس لئے ہم ایسے مندروں میں جانا خود پسند نہیں کرتے جن کے دروازے ہمارے لئے ہزاروں سال سے بند ہیں۔

اسلام تو یہ کہتا ہے کہ سارے انسان اولاد آدم ہیں۔ صرف اپنے آپ کو عالی نسب سمجھ کر تفاخر و تفاضل اور دوسروں کی تحقیر و توہین کو وہ ناجائز کہتا ہے۔ ایک دوسرے پر فضیلت کی بنیاد



صرف اللہ کی خشیت و تقویٰ ہے۔ خاندان اور قبیلہ تو پہچان کے لئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔ (آیت ۱۳، سورہ حجرات، پارہ ۲۶)

خطبۂ حجۃ الوداع میں فتح مکہ کے وقت پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سن لو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں، مگر صرف تقویٰ سے۔'' (مسند امام احمد)

اسی فتح مکہ کے موقع پر پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر و غرور کو ختم کر دیا۔ لوگ دو ہی طرح کے ہیں۔ یا تو نیک و پرہیزگار اور اللہ کے یہاں باعزت! یا بدکار بد بخت اور اللہ کے یہاں بے وقعت۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' (ترمذی)

مسلمانوں کو جنگجو اور قاتل بنانے کا الزام قرآن پر لگانے والے اور اس کی چوبیس آیات کو حذف کرنے کا مطالبہ کرنے والے کیا گولوالکر اور اپنے اسی طرح کے لیڈروں کی پیدا کردہ ذہنیت و جارحیت کا اجودھیا سے گجرات تک مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں؟ اور کیا وہ اس سوال کا جواب دینے کی ہمت اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے صدیوں پہلے بے شمار بدھ وہاروں اور بدھوں کے خلاف منظم حملے کر کے انہیں ہندوستان سے باہر کیوں کر دیا گیا؟ اور زبردست پیمانے پر بدھسٹوں کا قتل عام کر کے انہیں ملک بدر کیوں کیا گیا؟

سنگھ پریوار اپنے اندر کی سماجی نابرابری، چھوا چھوت اور ہزاروں سال سے شودروں و دلتوں کے استحصال سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے اسلام اور قرآن کو نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ اس کی یہ چال مسلمانانِ ہند اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔ دلتوں کی ابھرتی ہوئی سیاسی قوت اور ان کی بیداری کو اب دبایا نہیں جا سکتا۔ انہیں ان کا دستوری و انسانی حق ملنا چاہئے۔ اور اسلام و قرآن نے عدل و انصاف و انسانی مساوات کا جو درس دیا ہے اس سے روشنی حاصل کر کے ہندوستان کو جنت نشان بنایا جانا چاہئے۔ قرآن سے کچھ نکالنے کا نہیں بلکہ ظلم و ناانصافی اور انسانی نابرابری کو ہندوستان سے نکالنے کا وقت آچکا ہے۔ یہی وقت کی آواز ہے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ اور یہی قرآن کا پیغام ہے۔ (اداریہ ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شمارہ دسمبر ۲۰۰۲ء، مع اضافہ)

# اسلامی جہاد کا حقیقی مفہوم

نسلِ انسانی ابتداء آفرینش ہی سے خیر و شر، حق و باطل، اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی سے دو چار ہے۔ اور یہ صفحۂ گیتی ان دونوں محمود و مذموم صفات کی آماجگاہ اور رزم گاہ ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آنے کی جدوجہد کا یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ رشد و ہدایت اور گمراہی و ضلالت دونوں کے حامی و علمبردار اپنی اپنی راہ چلتے رہیں گے اور اپنی راہ کے پتھر ہٹانے میں ان کی توانائیاں صرف ہوتی رہیں گی۔ انہیں اس کام سے آج تک نہ کوئی روک سکا اور نہ روک سکے گا، کیونکہ مشیت خداوندی ہی کچھ ایسی ہے کہ انسان کی تخلیق کر کے اس عالم اسباب میں نیک و بد اور حسن و قبح کے انتخاب کا اس نے اسے اختیار دے رکھا ہے۔ اپنی سرشت و جبلت کے اعتبار سے ہر انسان اپنے لیے راہِ سعادت یا شقاوت کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اسی کے مطابق وہ دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا مستحق بنتا ہے۔

حق و صداقت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینے والے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جن کی بعثت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہو گیا۔ ان کی رحمت و رأفت، امن دوستی، صلح جوئی، جذبۂ خیر سگالی، اور انسانی ہمدردی و غم گساری ساری کائنات کے لیے رہنما اصول ہے۔ انہوں نے اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانے اور اسے راہِ راست پر چلانے کے لیے اپنی اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ اخلاق و کردار اور تدبیر و حکمت کے وہ اعلیٰ پیکر تھے۔ پھر بھی انہیں بے شمار دشواریوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بعض ایسے مواقع و مراحل بھی آئے کہ بد طینت و شر پسند افراد کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں انہیں سخت فیصلے لینے پڑے اور زبان کی بجائے طاقت اور تلوار کا سہارا لینا پڑا۔ میدانِ کارزار میں آ کر انہیں شرک و کفر اور بدی کی طاقتوں سے جنگ کرنی پڑی۔ اپنی شجاعت و بہادری کے انہوں نے جوہر بھی دکھائے اور درجۂ شہادت سے سرفراز بھی ہوئے۔ یہی تاریخ اور یہی عمل جہاد ہے اور انبیاء و مرسلین



علیہم السلام کی بہترین سنت ہے۔

قرآنِ حکیم ارشاد فرماتا ہے۔

اور بہت سے انبیاء نے جہاد کیا۔ ان کے ساتھ کثیر تعداد میں اللہ والے تھے۔ تو وہ اللہ کی راہ میں پیش آنے والی مصیبتوں سے نہ سست پڑے نہ کمزور ہوئے نہ دبے۔

(پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۶)

جہاد امتِ محمدیہ پر بھی فرض کیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود جہاد فرمایا۔ ان کے صحابہ نے بھی جہاد کیا۔ اور یہ جہاد حکم قرآن کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے!

اے نبی! اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دو۔ (پارہ ۱۰۔ سورہ انفال۔ آیت ۶۵)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد اور ان پر سختی کرو۔ (پارہ ۲۸، سورہ تحریم، آیت ۹)

تم پر بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرض کیا گیا۔ (پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۲۱۶)

یہ جہاد صرف اللہ کی راہ میں ہے۔ اس کی خوشنودی کے لیے ہے۔ اپنی ذات اپنی حکومت اپنی شہرت اور مالِ غنیمت کے لیے نہیں۔ جیسا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جہاد وہی ہے جو کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے ہو۔ دنیا طلبی کے لیے نہ ہو۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ آدمی لڑے مالِ غنیمت کے لیے اور ناموری کے لیے اور بہادری دکھانے کے لیے تو ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہی ہے جو کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے۔

(صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں جہاد کی پیش رفت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ لیکن جب ان سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ (صحیح بخاری)

جہاد میں بوقتِ ضرورت عورتوں کی بھی شرکت ہے۔ حضرت عائشہ حضرت ام سلیم حضرت اُم سلیط وغیرہ غزوۂ احد میں شریک تھیں۔ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کے لاتی تھیں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

رُبَیّع بنتِ مُعَوِّذ بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم عورتیں جہاد میں جایا کرتی تھیں۔ غازیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ ان کی خدمت کرتی تھیں۔ زخمیوں اور شہیدوں کو اٹھا کر مدینہ لایا کرتی تھیں۔

(صحیح بخاری)

کسی بھی انداز سے مجاہدین کی مدد کرنا جہاد ہی کا ایک حصہ ہے۔ زید بن خالد بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے کچھ سامان فراہم کرے اس نے گویا خود جہاد میں شرکت کی۔ اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے گھر بار کی خبر گیری کی وہ بھی اس جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح بخاری)

جہاد کا اول و آخر مقصود طلب رضائے الٰہی ہے۔ جس کا سبق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل سے ملتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس تشریف لاتے تو تین بار تکبیر کہتے۔ پھر کہتے۔

ہم ان شاء اللہ اس طرح واپس ہوئے کہ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ حمد بیان کرنے والے ہیں اپنے رب کی اور اس کے لیے سجدہ کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور دشمن کو شکست دی۔

(صحیح بخاری)

جہاد کے بعد امن و امان اور انسانیت کے ساتھ دوستی کا ایک روشن تاریخی نمونہ وہ ہے جسے خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد پیش کیا۔ اہل ایلیا (یروشلم) کے لیے انہوں نے یہ امان نامہ صادر فرمایا:



اللہ کے بندہ عمر نے جو امیر المومنین ہے۔ اہل ایلیا (یروشلم کے باشندے) کو یہ امان دی، ان کی جان و مال، ان کے عبادت خانوں اور صلیبوں کے لیے امان ہے۔ ان کی ساری ملت کے افراد خواہ تندرست ہوں یا بیمار سب کو امان ہے۔ ان کی عبادت گاہیں نہ رہائش کے لیے استعمال کی جائیں گی نہ انہیں منہدم کیا جائے گا۔ عبادت گاہوں اور ان کے متعلقات کو نہ ان کی صلیبوں کو نہ ان کے اموال کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کے دین میں کوئی جبر و اکراہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو کچھ آزار پہنچایا جائے گا۔ (تاریخ طبری)

امن اور جنگ دونوں حالتوں میں ظلم و زیادتی سے قرآن حکیم نے اہل ایمان کو بار بار روکا ہے۔ ناحق قتل و خوں ریزی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اس کا ناحق قتل نہ کرو۔

(پارہ ۸، سورہ انعام، آیت ۱۵۱۔ پارہ ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۳۳)

جس نے کوئی جان قتل کی بغیر کسی جان کے بدلے یا زمین میں کسی فساد کے بغیر تو گویا اس نے سارے انسانوں کا قتل کیا۔ اور جس نے کسی ایک جان کو ہلاکت سے بچا لیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچا لیا۔ (پارہ ٦، سورہ مائدہ، آیت ۳۲)

کسی کو آگ میں جلانے کی بھی سخت ممانعت ہے۔ دو آدمیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حکم واپس لیتے ہوئے فرمایا کہ آگ سے جلانا صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ اسی کو اس کا اختیار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک بار یہ فرماتے ہوئے بھیجا کہ۔

فلاں اور فلاں کو پاؤ تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ ہم جب روانہ ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: میں نے فلاں اور فلاں کے لیے حکم دیا تھا کہ انہیں آگ میں جلا دینا لیکن آگ کا عذاب تو اللہ ہی دیتا ہے۔ اس لیے ان دونوں کو پاؤ تو قتل کر دینا۔ (صحیح بخاری)

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری)

مزدوروں کا قتل بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ ایک جہاد میں گئے۔ ایک مقتول عورت کے قریب سے ہم لوگ گذرے، جس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی لوگوں نے راستہ دیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ تو لڑنے والے دشمنوں میں شامل نہ تھی۔ اس کے بعد ایک شخص کو خالد بن ولید کے پاس کہلا بھیجا کہ بچوں اور مزدوروں کو قتل نہ کیا جائے۔

(سنن ابن ماجہ)

بوڑھوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ...... بہت بوڑھے کو اور عورتوں بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ (ابوداؤد)

گوشہ نشین عابدوں کا بھی یہی حکم ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بچوں اور گوشہ نشین اصحاب صومعہ کو قتل نہ کرو۔ (نیل الاوطار)

آداب جہاد میں یہ بھی شامل ہے کہ جانوروں کو نہ مارا جائے۔ ہری بھری کھیتیوں اور پھل دار درختوں کو نہ برباد کیا جائے۔ جو لوگ جنگ میں شامل نہیں انہیں آزار نہ پہنچایا جائے۔ کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑی جائے۔ لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور خیانت نہ کی جائے۔

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو ملک شام ایک لشکر کے ساتھ بھیجتے وقت، یہ نصیحت کی۔

کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا، کوئی آباد جگہ ویران نہ کرنا، کھجور کا درخت نہ کاٹنا نہ اسے ڈبونا۔ (مؤطا امام مالک)

جہاد کی شرطیں جب پائی جائیں گی اس وقت جہاد مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ اور وہ بھی ان پر جنہیں جہاد کی قدرت واستطاعت حاصل ہے۔ اس کے لیے مسلح افراد اور ساز وسامان کی تیاری کے ساتھ امیر ہونا بھی شرط ہے۔ کوئی دشمن ملک یا قوم کسی مسلم ملک یا مسلم آبادی پر حملہ آور ہو جائے تو مسلمانوں کے دین وایمان وعزت وآبرو اور جان ومال کے تحفظ کے لیے شرائط جہاد پائے جانے کی صورت میں ان پر جہاد واجب ہو جائے گا۔ حالات وکیفیات



کے پیش نظر جہاد کبھی فرض عین ہوگا یعنی ہر مسلمان کو جہاد میں شامل ہونا ہوگا اور کبھی فرض کفایہ ہوگا یعنی کچھ مجاہدین کا جہاد سارے مسلمانوں کی طرف سے کافی ہوگا۔

جس طرح جان کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے کہ جان کی قربانی راہِ خدا میں پیش کی جاتی ہے اسی طرح مال کی قربانی بھی ہے کہ جب جب اور جہاں جہاں ضرورت پڑے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔ جان اور مال دونوں کے ساتھ جہاد کا قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر ذکر ہے۔ ایسے لوگوں کا درجہ نہایت بلند ہے۔ انہیں رحمتِ خداوندی کا مستحق بتایا گیا ہے اور ان کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔

جہاد اور مجاہدہ کا مادہ جہد ہے۔ جس کا معنی ہے کوشش، محنت، سعی، جدوجہد۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اس کی طلب میں اس کی رضا کے لیے جو بھی جہاد ومجاہدہ جو بھی کوشش کی جائے وہ محمود ومستحسن ہے۔ اور ایسی جدوجہد کرنے والے کی راہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کشادہ فرما دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

اور جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد (کوشش) کیا ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھا دیں گے۔ اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ (پارہ ۲۱، سورہ محتنہ، آیت ۶۹)

جہاد صرف تلوار سے جنگ کرنے کا نام نہیں ہے۔ اسے سمجھنے سمجھانے میں بہت سے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ جہاد کا حقیقی مفہوم اور پھر اس کی تفصیلات کو گہری نظر سے دیکھا جائے۔ اسے سمجھنے کے لیے یہ حدیثِ رسول ملاحظہ فرمائیں۔

عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں:

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار شرکتِ جہاد کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم عورتوں کا بہترین جہاد حج کرنا ہے۔ (صحیح بخاری)

والدین کی خدمت بھی جہاد ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا۔ ان کی خدمت کرو، یہی تمہارا جہاد ہے۔ (صحیح بخاری)

معاویہ بن جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار شرکتِ جہاد کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال فرمایا۔ کیا تمہاری ماں زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں یا

رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ! اپنی ماں کے پاؤں سے لگے رہو۔ وہیں تمہاری جنت ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

راہ حق میں جہاد کی متعدد صورتوں میں سے چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) **جہاد بالقلب!** دل کو آلائشوں سے صاف ستھرا رکھ کر اسے پاکیزہ احساسات و جذبات کا مرکز بنائے رکھنا عظیم جہاد ہے۔ اسی دل کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

جسم کے اندر ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے۔ اور اگر وہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہے۔ وہ ٹکڑا دل ہے۔ (صحیح بخاری)

یہ دل اعضاءِ رئیسہ کا سلطان ہے۔ جسم کے جس حصے کو اچھا یا برا جیسا حکم دے گا اسی پر وہ عمل کرے گا۔ اس لیے اس دل کی اصلاح و درستگی کا جہاد ہر مسلمان کے اوپر لازم ہے۔

(۲) **جہاد بالعقل!** انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی عقل خطاء و صواب اور خوب و ناخوب کا فکری و نظریاتی سطح پر فیصلہ کرتی ہے۔ اس میزان اور ترازو کی صحت و اعتدال کا اہتمام کرنا جہاد کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اسی لیے تَعَقُّل و تدبر کی قرآن حکیم میں جابجا تاکید بھی کی گئی ہے۔

(۳) **جہاد بالعلم** از یورِ علم سے آراستہ ہونا۔ اس کے مطابق خود عمل کرنا۔ اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا جہاد کا ایک بیش بہا جز ہے۔ یہ علم ہی معرفت ربانی کا ذریعہ ہے۔ اور اس علم ہی سے خدا کا خوف اور اس کی خشیت دل کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(۴) **جہاد باللسان!** زبان کو لغو کلام اور فحش باتوں سے بچا کر اس سے وہی باتیں کہلوانا جو حق و صحیح ہوں۔ یہ بھی ایک بڑا جہاد ہے۔ ہدایت و رہنمائی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک اسی زبان کو وسیلۂ اظہار اور ذریعۂ تبلیغ بنایا گیا ہے۔ زبان کے تحفظ اور اس کے مناسب و حکیمانہ استعمال کے لیے طویل جہاد و مجاہدہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۵) **جہاد بالخلق!** حسنِ سیرت و کردار انسانی زندگی کا جوہر ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآنی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ اور روشن آئینہ ہے۔ اس لیے رذائل اخلاق سے دور رہ کر فضائل و محاسنِ اخلاق کا پیکر بننا امت محمدیہ کے لیے ایک عملی جہاد ہے۔ جو



دوسروں کے لیے باعثِ کشش اور سبب ترغیب و تشویق ہے۔

(۶) **جہاد بالقلم!** تحریری صلاحیت رکھنے والے انسان اپنے قلم کو علمی و فکری و اخلاقی معائب سے محفوظ اور اسے قابو میں رکھ کر جہاد کا اہم فریضہ انجام دیں۔ قلم کی عظمت و حرمت کا یہی تقاضہ ہے۔ قلم اور اس کی تحریر کا قرآن میں بھی ذکر ہے۔

طاقت و حکومت کے اثرات سے بے نیاز ہو کر سچی بات کہنا افضل جہاد ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظالم حکمراں کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔

(کنز العُمّال اوّل)

اور سب سے بڑا جہاد تو یہ ہے کہ کہ نفس کے ناجائز مطالبات اور خواہشات و مرغوبات کو مسترد کرتے ہوئے خود اپنے نفس سے جہاد کیا جائے۔ خواہشات نفس سے انسان کا شب و روز کا سابقہ ہے۔ نفسانیت سے اس کی ہر لحہ آویزش رہتی ہے۔ اس لیے مجاہدۂ نفس کو سب سے بڑا جہاد کہا گیا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک جہاد سے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہاری واپسی مبارک ہو۔ تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔ خواہشاتِ نفس سے لڑنا بندہ کا بڑا جہاد ہے۔ (کنز العُمّال دوم)

انسان کا نفس اس کا سب سے بڑا دشمن ہے، جو حق شناسی و حق گوئی اور راہِ خداوندی کا سنگِ گراں ہے۔ اس لیے اس سے جہاد کرنے والا صحیح معنوں میں مجاہد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجاہد وہ ہے جو اللہ کے معاملہ میں خود اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ باتوں سے دور ہو جائے۔ (کنز العُمّال اوّل)

اپنے نفس سے جہاد کا نمونہ حضرت علی مرتضیٰ کے اس واقعہ میں ملتا ہے جو تاریخ اسلام میں کافی مشہور ہے۔

معرکۂ جہاد میں ایک بار آپ نے ایک کافر کو پچھاڑا اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ اپنی تلوار سے اس کا قصہ تمام کرنا ہی چاہتے تھے کہ غصہ اور تلملاہٹ میں اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ کافر حیران رہ گیا کہ آخر یہ علی ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ اس سے رہا نہیں گیا تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ علی مرتضیٰ نے جواب دیا۔ خدا اور رسول کا دشمن سمجھ کر میں

نے تیرا کام تمام کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اب میرا نفس اس کے اندر شامل ہو گیا۔ اور اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ اللہ و رسول کے لیے میں جہاد کر رہا تھا اس لیے میں نے تجھ سے ہاتھ روک لیا۔

متعدد احادث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز نماز کے بعد قتل و خونریزی کے بارے میں بندہ سے سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔ خدا اور سول کی راہ میں رضائے خدا اور سول کے لیے اس نے کسی کا خون بہایا ہو گا تو ٹھیک ہے اور اگر نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور دنیاوی مقاصد کے لیے ناحق کسی کی خونریزی کی ہوگی تو بارگاہ رب سے اسے سخت سزا ملے گی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے روز ایک شخص ایک قاتل کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور کہے گا۔ اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ قاتل سے رب کائنات پوچھے گا تم نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا پروردگار! اسے تو میں نے تیری عزت و عظمت کے لیے قتل کیا تھا۔ رب فرمائے گا۔ عزت تو میرے ہی لیے ہے۔ ایک دوسرا شخص ایک قاتل کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور کہے گا کہ پروردگار اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سوال فرمائے گا۔ تو نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا میں نے فلاں حاکم کی عزت کے لیے اسے قتل کیا تھا۔ رب فرمائے گا۔ فلاں کے لیے عزت نہیں۔ پھر قاتل کے ذمہ اس کا گناہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ صحیح عقائد و نظریات، صحت مند افکار و خیالات کے ساتھ شخصی و ذاتی اغراض اور شہرت و نمائش سے بے لوث ہو کر محض رضائے الٰہی کی نیت سے دین فطرت، حق و صداقت، انسانی شرف و عظمت، اعلیٰ سیرت و کردار اور امن و سلامتی کے قیام و فروغ کے لیے جب اور جس وقت جو بھی جد و جہد کی جائے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ اور یہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ (ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شمارہ مارچ ۲۰۰۲ء)

